خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۳۷	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	جون ۲۰۲۵ء

مجلہ پشاور

راہ ہدایت

- قومی اسمبلی میں قادیانی شکست اور بریلوی تعصب
- مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث
- ہم خود کو "دیوبندی" کیوں کہتے ہیں؟
- میڈیا اور امتِ مسلمہ کی حالتِ زار
- بولتے حقائق
- احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

میڈیا اور امتِ مسلمہ کی حالتِ زار

معروف کالم نگار یاسر محمد خان نے آج سے تقریباً 24 سال پہلے اپنی کتاب سازشیں بے نقاب میں لکھا ہے:

> "جو کام ایٹم بم نہیں کر سکتا، وہ ٹیلی ویژن، ریڈیو کا ایک چینل اور دو اخبارات ایک ہفتے میں کر سکتے ہیں۔"
>
> (سازشیں بے نقاب، ص 18، کالم: 10 مارچ 2002)

واقعی یہ بات سو فیصد مبنی بر حقیقت ہے۔ فولاد جیسے عزائم رکھنے والے نوجوانوں کو دیکھا ہے جو میڈیا ہی کے آگے زیر وزبر ہو گئے۔ آج میڈیا ہی کی وجہ سے لوگوں کے نظریات میں تبدیلی لائی جا رہی ہے۔ اسلام کے خلاف بڑے خفیہ طرز و طریقے سے لوگوں کو زہر پلایا جا رہا ہے۔

بد قسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ آج اسلامی دنیا کا میڈیا اپنی اصل راہ سے بھٹک چکا ہے۔ جو ادارے شعور بیدار کرنے، حق بات کہنے اور امتِ مسلمہ کی آواز بننے کے لیے وجود میں آئے تھے، وہی اب عریانی، فحاشی، اور درباری خوشامد کے اڈے بن چکے ہیں۔ حریتِ فکر کی جگہ غلامی کا درس عام ہو چکا ہے۔ علما، شعائرِ اسلام اور دینی اقدار کا تمسخر اڑانا ایک فیشن بنا دیا گیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ستاون اسلامی ممالک ہونے کے باوجود، ایک بھی ایسا میڈیا چینل نہیں جو اسلام کی صحیح ترجمانی کر رہا ہو یا مظلوم مسلمانوں کی آواز بن سکے۔

آزادئ صحافت کا نعرہ تو بہت لگایا جاتا ہے، مگر صحافیوں کو خریدا جا رہا ہے، ان سے مرضی کے مضامین لکھوائے جا رہے ہیں، اور سچ بولنے والے دبائے جا رہے ہیں۔ آج میڈیا حق و باطل کے بیچ کا فرق مٹانے میں مصروف ہے۔ یہ محض ہم عجم ہی نہیں جو میڈیا کے مؤثر استعمال سے ناآشنا ہیں، اگر نگاہ عرب دنیا پر ڈالیں، تو وہاں بھی صورتحال کچھ مختلف نہیں۔ وہ ممالک جو تیل، دولت، ٹیکنالوجی اور بے شمار وسائل سے مالا مال ہیں، اُن کی صحافت کا حال بھی ایک ویران، خستہ حال مکان کی مانند ہے۔ ان کے پاس ذرائع تو ہیں، مگر زبانیں خاموش ہیں۔ آزاد میڈیا کے بجائے سرکاری پروٹوکول کی چاپلوسی اور درباری بیانات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سوچنے، سوال کرنے، اور سچ بولنے کا عمل ایک جرم بن چکا ہے۔ اگر ہم میڈیا کو صحیح معنوں میں استعمال نہیں کر پاتے، تو عرب دنیا اسے

پہچانتے ہوئے بھی اس سے راہِ فرار اختیار کر چکی ہے۔ وہاں کی صحافتی خاموشی مظلوم امت کی ترجمانی نہیں کرتی، بلکہ یہ اس سودے بازی کا ثبوت ہے جو ضمیر کے بازار میں چپکے سے طے پا چکی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ان ممالک کے مستقبل کا تعین ریاض، قاہرہ یا دمشق میں نہیں، بلکہ واشنگٹن، لندن اور تل ابیب میں ہوتا ہے۔ اور جب ہم اپنی میڈیا کی کمزوری پر بات کرتے ہیں، تو یہ صرف ہماری پسماندگی کا نوحہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ پوری امت کے میڈیا کی تدفین کی وہ داستان ہے جو مالداروں کی غفلت اور کمزوروں کی بے حسی کے سائے میں رقم ہو چکی ہے۔

آج اسلام کو جتنے چیلنجز کا سامنا ہے، اس میں سر فہرست میڈیا کی یلغار ہے، جس پر چھیانوے فیصد صہیونیت کا قبضہ ہے۔ ٹیلی وژن، ریڈیو، اخبارات اور انٹرنیٹ وغیرہ جتنے ذرائع ابلاغ ہیں، عالمی سطح پر سب کے سب صہیونیت کی دسترس میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں۔ یہ میڈیا کے ''مافیا'' ہیں جو یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کس قسم کے میڈیا پر کون سی خبریں یا مناظر دکھائے جانے ہیں اور کن واقعات سے دنیا کو اندھیرے میں رکھنا ہے۔

صرف میڈیا ہی نہیں بلکہ عالمی اعداد و شمار کے مطابق اس وقت دنیا کی ساری دولت کا پینسٹھ فی صد یہودیوں کے قبضے میں ہے، ہتھیار سازی اور تمام بڑی بڑی صنعتوں کی مالک یہودی کمپنیاں ہیں، بڑے بڑے بینک ان کے ہیں، دنیا کی تمام بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں اسی یہودی مالی مافیا کے قبضے میں ہیں۔

اگر عالمی سطح پر الیکٹرانک میڈیا کے کاروبار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کی 99 فیصد صنعت یہودیوں کے قبضے میں ہے، جبکہ فلم انڈسٹری کا 80 فیصد حصہ یہودیوں کے پاس ہے۔ پرنٹ میڈیا کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ اس وقت امریکا سے 2 ہزار اخبارات شائع ہو رہے ہیں، ان میں 75 فیصد اخبارات کے مالک یہودی ہیں۔ یہودی اشاعت کو اس قدر عزیز سمجھتے ہیں کہ ایک ایک یہودی فورم 50-50 اخبارات اور میگزین شائع کر رہی ہے۔

''نیوز ہاؤس'' ایک اشاعتی ادارہ ہے جو بیک وقت 26 روزنامے اور 24 میگزین شائع کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ نیویارک ٹائمز، وال اسٹریٹ جرنل، واشنگٹن پوسٹ دنیا کے تین بڑے اخبارات ہیں۔ نیویارک ٹائمز روزانہ 95 لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔

میڈیا کے بل بوتے ہولوکاسٹ کا ڈرامہ رچا کر یہودیوں نے دنیا میں اپنے آپ کو مظلوم ثابت کیا، یہ بات جھوٹ ہے کہ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو مارا ہے جب کہ غیر جانبدار مورخین کے مطابق یہودی جرمنی تو کیا

پورے یورپ میں بھی اتنی تعداد میں نہیں تھے، صحیح اعداد وشمار کے مطابق جرمنی میں ڈھائی تین لاکھ سے زیادہ یہودی تھے ہی نہیں۔ چند ہزار کی قتل عام کو ساٹھ لاکھ کی تعداد میں پیش کر کے اپنے آپ کو مظلوم ثابت کیا جس کے نتیجے میں انہیں ارض فلسطین دے دی گئی۔ جھوٹ پر پردہ ڈالنے کیلئے کئی ملکوں میں ہولوکاسٹ کے واقعے پر تحقیق کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اہداف یہ لوگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

دوسری جانب مسلم ممالک میں سے صرف افغانستان کی مثال لیجئے جہاں روس اور امریکا جنگ میں پندرہ لاکھ لوگ مارے جاچکے ہیں، پچاس لاکھ کے قریب ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے لیکن ہمارے پاس میڈیا نہیں دوسروں کا ظلم اور اپنی مظلومیت کس کے سامنے کس ذریعے سے پیش کرے۔ فلسطین میں بمبار کے علاوہ معصوم بچوں کو پیاس اور بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں لیکن ہمارے پاس رونے دھونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ہماری پسماندگی کا عالم دیکھیے، ہمارے ہاں جن چینلوں پر جب عالمی خبریں نشر کی جاتی ہیں تو بھی یہ لوگ مغربی میڈیا سے ہی چوری کرتے ہیں۔ جو زبان اسلام کے خلاف مغربی میڈیا استعمال کرتا ہے، ہمارے مسلمان ممالک کے زر خرید غلام وہی زبان استعمال کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

57 اسلامی ممالک کی میڈیا پر 24 گھنٹے ناچ، رقص، گانے، ہنسی مذاق، بے ہودہ ڈرامے، ہندی جھوٹی فلمیں، لڑکوں اور لڑکیوں کی آپس میں بے حیاء گفتگو، ملکی سطح پر بے حیائی کے ریکارڈ قائم کرنے والے لوگوں کے انٹرویوز، اسی طرح مدارس اور جہاد کے خلاف نشریات کی جاتی ہیں۔ کیا یہ وقت نہیں کہ ہم اپنی صفوں کو درست کریں؟ ایک ایسا میڈیا پلیٹ فارم بنائیں جو سچ کی بنیاد پر ہو، اسلام کی نمائندگی کرے، اور امت کی آواز بنے؟ ورنہ وہ دن دور نہیں جب ہماری خاموشی ہمیں مزید غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دے گی۔

خدارا! اس میدان کو خالی نہ چھوڑیں۔ اہلِ علم آگے آئیں، دینِ اسلام کی مقدس محنت سے میڈیا کو مزین بنائیں۔ ورنہ نوجوان نسل اگر میڈیا کے خونی پنجے کا شکار بنی، تو ملحدین کی گود میں بیٹھ کر آہستہ آہستہ اسلام کو خیر باد کہے گی۔ لہٰذا حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے نوجوان نسل کو میڈیا کی چنگاریوں سے بچا کر اسلام کے دامن میں لانے کی کوشش کیجئے۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۳)

احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

اسلاف کے خلاف حدیث کی صحت کا دعویٰ

علی زئی صاحب سلف سے ہم نوائی کا چورن بیچتے رہے۔ مگر خود اَسلاف کی مخالفت کی پروانہ کیا کرتے تھے۔ اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عصر حاضر میں زبیر علی زئی نے اس کی ایک خاص سند و متن کو حسن قرار دے کر ایک ایسی بات پیش کی ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں ہے۔ ہماری نظر اس پر پڑی تو تو ہم نے فوراً اس کی مدلل تضعیف ثابت کی لیکن زبیر علی زئی صاحب نے اسے قبول نہیں کیا۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۸، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

سنابلی صاحب نے علی زئی کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

”میرے خیال میں جو لوگ یزید سے متعلق ابن عساکر کی مذکورہ روایت کو صحیح یا حسن کہتے ہیں، انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے متعلق بھی محولہ روایت کو صحیح کہنا چاہیے، بلکہ درجہ اولیٰ صحیح کہنا چاہیے، کیوں کہ یہاں صرف ایک ثقہ راوی کی مخالفت ہے اور زیر بحث روایت میں تو متعدد ثقات کی مخالفت ہے !!۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۲، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ عہد رسالت سے لے کر عصر حاضر تک چودہ سو سالہ دَور میں دنیا کے کسی بھی معتبر محدث یا امام نے اس روایت کو صحیح یا حسن نہیں کہا ہے، بلکہ اس کے برعکس متقدمین و متاخرین و معاصرین میں سے متعدد اہلِ علم نے اس روایت کو موضوع، منقطع یا مردود قرار دیا ہے یا اس کے مردود ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۱، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

سنابلی صاحب نے آگے لکھا:

"ان دس اہلِ علم کے برعکس پوری چودہ سو سال اسلامی دَور میں کسی ایک محدث نے اس روایت کو صحیح یا حسن قطعاً نہیں کہا ہے۔ اس کے برعکس حافظ زبیر علی زئی پوری دنیا میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اس روایت کو پیش کردہ سند و متن کے ساتھ حسن قرار دیا۔ حافظ موصوف کا یہ فیصلہ انہیں کے لہجہ میں "باطل" اور یکسر "مردود" ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۵، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

سنابلی صاحب ایک اور جگہ لکھا:

"سچائی یہی ہے کہ اس سند و متن کے ساتھ اس روایت کو حسن کہنے والے محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ پوری دنیا میں پہلے شخص ہیں۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۶، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

عجیب وغریب چالاکی، مضحکہ خیز اور بریلوی طرز عمل

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"غور کریں کہ محترم زبیر علی زئی نے امام بخاری کے فیصلے کے خلاف جس روایت کو پیش کیا ہے، وہ بالکل وہی روایت ہے جس پر امام بخاری رحمہ اللہ نقد کر رہے ہیں اور جس پر ہم بحث کر رہے ہیں، اس کی سند بھی وہی ہے اور مضمون بھی وہی ہے۔ حافظ موصوف نے بس اتنا کیا کہ اس روایت کو ایک دوسری کتاب سے پیش کر دیا اور قارئین کو تاثر دیا کہ یہ کوئی علیحدہ روایت ہے، جس سے ابو ذر رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دَور میں شام میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اَب قارئین خود فیصلہ کریں کہ کیا یہ انتہائی عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جس روایت پر نقد کر رہے ہیں، عین اسی روایت کو دوسری کتاب سے پیش کر کے یہ باور کرایا جائے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دعوے کے خلاف ثبوت مل رہا ہے؟ یہ تو بالکل وہی مثال ہوئی کہ بریلویوں کی کتاب "فیضان سنت" میں جو یہ لکھا ہے کہ اللہ

کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس کتاب کو پسند فرمایا ہے۔ اَب کوئی اہلِ حدیث اس بات کا انکار کرے تو اس انکار پر کوئی بریلوی اسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن لا کر یہ کہے کہ: دیکھو اس میں تمہارے دعوے کے خلاف ثبوت موجود ہے!! محترم زبیر علی زئی سے درخواست ہے کہ زیر بحث روایت کو پہلے صحیح تو ثابت کریں، اس کے بعد اسے بطور دلیل پیش کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے خاص اس روایت پر جرح کی ہے، لہذا جب تک آپ اس جرح کا ازالہ دیگر ائمہ نقد کے حوالوں سے پیش نہ کردیں، تب تک یہ روایت جرح کی زَد سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اور جب تک یہ روایت جرح کی زَد سے نہیں نکل سکتی، تب تک یہ صحیح بھی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے آں جناب پہلے اس روایت کو جرح کی زَد سے نکالیں اور اس پر کی گئی جرح کا ازالہ پیش کریں، ورنہ یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوسکے گی، بلکہ ضعیف ہی رہے گی، اور ضعیف روایت کو صحیح ثابت کرنے سے پہلے ہی بطور دلیل پیش کرنا، بلکہ اس پر کی گئی جرح ہی کے جواب میں پیش کردینا انتہائی نامعقول بات ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ اس طرح کے طرزِ عمل کی اُمید تو عام طلبا سے بھی نہیں ہے، پھر معلوم نہیں محترم زبیر علی زئی کیوں کر اس طرح کے جواب پر مجبور ہوئے؟!۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۲۸،۱۲۷)

بے سند روایت، بہت بڑا اعجوبہ، بہت بڑی جسارت اور غیر محمود طرزِ عمل

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محترم زبیر علی زئی ہر جگہ تو صحیح سند کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن یہاں آں جناب کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت شدہ بات کے خلاف ایسی بات پیش کر رہے ہیں جس کا ثابت ہونا باسند ہونا تو دُور کی بات، اس کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے۔ پھر موصوف نے اس بات کو بھی نظر انداز کردیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے نزدیک ایک ثابت شدہ چیز پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایک چیز کا انکار بھی کیا ہے اور جب کوئی محدث کسی چیز کا انکار کرے تو اس کے جواب میں بے سند بات پیش کرنا بہت بڑا اعجوبہ ہے۔ محترم اگر آپ کو امام

بخاری رحمہ اللہ کا انکار قابلِ قبول نہیں تو اس کے جواب میں کوئی باسند اور ثابت شدہ بات پیش کریں۔ ایک بے سند اور بے اَصل بات کو لے کر امام العلل امام بخاری رحمہ اللہ کے نقد و انکار کو چیلنج کرنا بہت بڑی جسارت اور غیر محمود طرزِ عمل ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۲۹،۱۲۸)

جرح مفسر کو جرح مبہم کہہ کر ٹال دیا

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محترم زبیر علی زئی امام بخاری کے اس کلام کو جرح تسلیم کرتے ہیں، لیکن "مبہم جرح" کہتے ہیں۔ حالاں کہ اصولِ حدیث کا اَدنیٰ طالب بھی سمجھ سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ جرح بہت ہی مفسر اور واضح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کے کس حصہ میں ابہام ہے؟ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۰۶، دار السنة للتحقيق والطباعة والنشر)

عللِ حدیث سے متعلق اقوال محل نظر ٹھہرے

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہم محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کسی روایت پر جرح کرتے ہوئے اپنے نزدیک ثابت شدہ چیزوں کو بنیاد بتاتے ہیں یا...... بے اَصل باتوں کی بنیاد پر بھی جرح کرتے رہتے ہیں؟ اگر آپ نفی میں جواب دیتے اور اپنی شان یہ بتلاتے ہیں کہ آپ صرف ثابت شدہ چیزوں ہی کی بنیاد پر جرح کرتے ہیں تو کیا امام بخاری رحمہ اللہ آپ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ وہ بے اَصل قصوں اور کہانیوں کی بنیاد پر ایک حدیث پر ذمہ دارانہ کلام کریں؟ آپ کی بات مان لینے کی صورت میں معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ جرح و تعدیل اور عللِ حدیث سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ کے تمام تر اقوال محلِ نظر ٹھہرتے ہیں۔ اور ان کے ہر قول کے ثبوت کی دلیل فراہم ہونا ضروری قرار پاتا ہے، کیوں کہ احتمال ہے کہ کسی اور حدیث کو معلوم کہنے یا کسی روای کو ضعیف و مجروح کہنے میں بھی اسی طرح کی بے بنیاد باتوں کا سہارا امام بخاری رحمہ اللہ نے

لیا ہو! یاد رہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو معلوم کہتے ہیں یا کسی راوی کو ضعیف یا مجروح کہتے ہیں تو اس کی بنیاد دیگر روایات ہی ہوتی ہیں۔ پھر یہ خطرہ صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی کے اقوال سے متعلق نہیں ہو گا، بلکہ جرح و تعدیل کے تمام ائمہ کے اقوال تعلیل و تضعیف محترم زبیر علی زئی کے یہاں ان کے ذاتی تصدیق کے محتاج ہوں گے، کیوں کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ جیسے سلطان المحدثین بے اَصل قصوں اور کہانیوں کی بنیاد پر جرح کر رہے ہیں تو دیگر ائمہ فن سے بھی یہ چنداں مستبعد نہیں۔ واللہ المستعان۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۰۸، دار السنة للتحقیق والطباعة والنشر)

سنابلی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"جس چوٹی کے محدث نے اپنی کتاب صحیح میں صحتِ حدیث کا ایسا اونچا معیار قائم کیا کہ یہ کتاب قرآن کے بعد سب سے بہتر کتاب قرار پائی، کیا ایسے عظیم المرتبت محدث آں جناب کی نظر میں اسی لائق رہ گئے ہیں کہ مشہور واقعات اور کہانیوں کی بنا پر جرح و تعدیل کے احکام صادر کرنے لگیں؟ امام بخاری کے ہزاروں سال بعد پیدا ہونے والوں کو تحقیق کا یہ معیار بہ خوبی معلوم ہے، لیکن امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کسی بات کا مشہور ہونا الگ بات اور اس کا صحیح ہونا الگ بات ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ یہ چھوٹا منہ بڑی بات اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بے اَدبی ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۰۹، دار السنة للتحقیق والطباعة والنشر)

چودہ سو سالہ تاریخ میں علی زئی کا ہم نوا کوئی نہیں

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محترم زبیر علی زئی ہر جگہ جمہور کے فیصلے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن یہاں پر موصوف امام بخاری رحمہ اللہ کے فیصلے کے خلاف ایسی بات کو ترجیح دے رہے ہیں، جو جمہور تو دُور کی بات، چودہ سو سالہ دَور میں کسی ایک کا بھی موقف نہیں ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۳۲)

من گھڑت کو صحیح کہہ دیا

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”زیر بحث روایت میں بھی شدید سے شدید تر نکارت ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک جلیل القدر صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جو اسلامی فوج کے کمانڈر تھے، ان پر حسن پرستی اور اسی کی خاطر اور کی لونڈی غصب کرنے کا بے ہودہ الزام اور انتہائی گھٹیا تہمت لگائی گئی ہے۔ یہ کوئی معمولی تہمت نہیں، کیوں کہ یہ تہمت ایک جلیل القدر صحابی پر اس وقت لگ رہی جب وہ جہاد جیسے مقدس فریضے کو ادا کرنے میں مشغول تھے، نیز ایک عام مجاہد نہیں بلکہ مجاہدین کے امیر اور کمانڈر تھے۔ غور کریں کہ کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ تربیت رہنے والے جلیل القدر صحابی اور جنہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے گوہر شناس نے فوج کا کمانڈر منتخب کیا ہو، کیا ایسے معتمد اور ذمے دار صحابی سفر جہاد جیسے مقدس فریضے کی راہ میں نہ صرف یہ کہ حسن پرستی پر آمادہ ہوں، بلکہ اس کی خاطر دوسرے کی لونڈی بھی ہڑپ کر لینے میں کوئی عار محسوس نہ کریں، بلکہ مظلوم کے گر گڑانے پر بھی یہ ہوش میں نہ آئیں، حتیٰ کہ ایک دوسرے صحابی انہیں تین تین بار سمجھائیں، پھر بھی ان کی آنکھ نہ کھلے اور معاملہ اس وقت قابو میں آئے جب انہیں یزید سے متعلق ایک خوف ناک حدیث پیش کی جائے؟! سبحان اللہ۔ یہ پورا سیاق چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ یہ من گھڑت کہانی ہے۔ کسی سبائی درندے اور اسلام کے دشمن نے اسے اسلامی فوج اور بالخصوص بنو اُمیہ کو بدنام کرنے کے لئے گھڑا ہے، اور اپنی عاقبت برباد کی ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۲)

من مانی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”زیادتِ ثقہ سے متعلق بحث کو محترم زبیر علی زئی نے بہت طول دیا ہے۔ جس سے موصوف کا مضمون کافی بوجھل ہو گیا ہے۔ عام طور پر یہ طرزِ عمل ان کا ہوتا ہے جن کے پاس دلائل نہیں ہوتے تو بلاوجہ غیر متعلق تفصیلات پیش کر کے اپنے مضمون کو بوجھل کر دیتے ہیں،

تاکہ قارئین اتنی مفصل تحریر دیکھ کر مرعوب ہو جائیں۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۴۵)

روایت کی نکارت پر پردہ ڈالنے کی جسارت

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"زیر بحث روایت میں شدید نکارت بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ایک جلیل القدر صحابی اور اسلامی فوج کے کمانڈر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر حسن پرستی اور اسی کی خاطر دوسرے مجاہد کی لونڈی غصب کرنے کی بے ہودہ تہمت لگائی گئی ہے۔ یہ نکارت نہیں تو اور کیا ہے؟ واضح رہے کہ محترم زبیر علی زئی نے "اغتصبها" کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط کرکے نہ صرف یہ کہ اس نکارت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، بلکہ یہاں آکر اس نکارت کا یک قلم انکار کر بھی کر دیا۔ فیاللعجب۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۴۶)

علی زئی دعوے کے بطلان کی ایک زبردست دلیل

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابو العالیہ تو صرف ابو مسلم عن ابی ذر (کی سند) سے روایت کرتے ہیں۔"

(علمی مقالات:۶/ ۳۸۴)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی کی تردید میں لکھا:

"اس کے بطلان کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم میں ابو العالیہ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت کو نقل کیا، لیکن "ابو مسلم" کے واسطے سے نہیں، بلکہ "عبد اللہ بن الصامت" کے حوالے سے، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱ھ) نے کہا: حدثنی یحی بن حبیب الحارثی، حدثنا خالد بن الحارث، حدثنا شعبة، عن بديل، قال سمعت ابا العالية يحدث عن عبد الله بن الصامت، عن ابی ذر......[صحیح مسلم (۱/ ۴۴۸) رقم الحدیث (۶۴۸)] محترم زبیر علی زئی امام ابن معین رحمہ اللہ

کے کلام سے جو مطلب اَخذ کر رہے ہیں ، اس کے بطلان پر صحیح مسلم کی یہ روایت زبردست دلیل ہے ، کیوں کہ اس میں ابو العالیہ رحمہ اللہ نے "عبد اللہ بن الصامت" کے واسطے سے ابوزر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے نہ کہ "ابو مسلم" کے واسطے سے !۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱٦٧،۱٦٦)

بے سند بات موصوف کی نظر میں حجت ہوگئی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی کی تردید میں لکھا:

"ابن عساکر کی بے سند بات موصوف کی نظر میں حجت ہو گئی ، حالاں کہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس بات کو معروف بھی نہیں کہااور اس کے بر عکس ائمہ فن کی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً خود موصوف نے اس سے قبل ابن معین سے نقل کیا کہ وہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے ابو العالیہ کے سماع کا انکار کر رہے ہیں۔ اَب کتنی عجیب بات ہے کہ امام العلل امام بخاری رحمہ اللہ معروف کہہ کر کوئی بات کہیں تو اسے قصہ کہانی کے مشابہ قرار دے کر یکسر رَد کر دیا جائے۔ اور امام ابن عساکر رحمہ اللہ بے سند بات کہیں اور دیگر ائمہ فن اس کا انکار کریں، اس کے باوجود بھی ابن عساکر کا قول موصوف کی نظر میں حجت و برہان کی حیثیت رکھتا ہو! یہ معمہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱٦٩)

صحیح حدیث کو ضعیف کہنے کی جسارت

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محترم زبیر علی زئی نے رمضان کی طاق راتوں کو بطور خاص پڑھی جانے والی دعا:" اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی "کو ضعیف قرار دیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے :"......عبداللہ بن بریدة لم یسمع من عائشه ، کما قال الدارقطنی ۔"[انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة مع الادلة (۲۹۷)]حالاں کہ ابن بریدہ کو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی معاصرت حاصل ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ دعا ہماری

نظر میں ثابت ہے، کیوں کہ انکارِ سماع میں امام دار قطنی منفرد ہیں۔ اور جمہور اُن کے بر خلاف سماع کے قائل ہیں، لہذا جمہور کے فیصلے کی روشنی میں امام دار قطنی رحمہ اللہ کا قول غیر مسموع ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۷۰)

عجیب و غریب فلسفہ: ثبوت بھی اور انکار بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صریح سماع کے اثبات میں اس قول کو اگر باسند صحیح ثابت فرض کر لیا جائے، جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے کیا ہے تو غور کیا جائے کہ ایک طرف صریح سماع کو باسند صحیح ثابت بھی فرض کیا جارہا ہے اور دوسری طرف اس کا انکار بھی کیا جارہا ہے! یہ انتہائی عجیب و غریب فلسفہ ہے!۔"

(حاشیہ یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۸۳)

صحیح بخاری اور مشہور کتب حدیث سے دُور

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب جب کہ یہ روایت اسی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، جو قرآن کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے تو اسی حدیث کو صحیح بخاری بلکہ مشہور کتب حدیث سے بھی دُور کر جا کر ابن سعد کی طبقات سے نقل کیا گیا! آخر کیوں؟! مزید یہ کہ ابن سعد سے یہ روایت پیش کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح ثابت کرنے پر توانائی صرف کی جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب یہ روایت اسی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں موجود ہے تو پھر ابن سعد کی کتاب طبقات سے اسے پیش کر کے اس کی سند پر بحث کرنے کی بجائے کیا یہ آسان نہ تھا کہ صحیح بخاری سے اسے نقل کر دیا جاتا؟ ہمارے خیال سے یہ روایت اس لئے نہیں نقل کی گئی، کیوں کہ اگر صحیح بخاری سے یہ روایت نقل کر کے یہ کہا جاتا کہ امام بخاری کے دعوے کے خلاف اس روایت میں دلیل موجود ہے تو ایک بچے کے ذہن میں بھی سوال اُٹھتا کہ اگر صحیح بخاری ہی میں یہ روایت موجود ہے تو امام

بخاری نے اس کے خلاف کیسے دعویٰ کر لیا؟ اس مصیبت سے بچنے کے لئے چالاکی یہ کی گئی کہ اسی روایت کو صحیح بخاری سے ہٹ کر بلکہ مشہور کتبِ احادیث سے بھی دُور جا کر ابن سعد سے نقل کیا گیا، تاکہ ابن سعد کا حوالہ دیکھتے ہوئے قاری ایک طرف یہ سمجھے کہ جناب نے کمال کر دیا، آخر کتبِ رجال سے دلیل ڈھونڈ نکالی اور ساتھ میں قاری کا ذہن بھی اس طرف نہ جائے کہ یہ روایت حدیث کی کسی مشہور کتاب میں بھی ہو سکتی ہے، پھر صحیح بخاری میں اس کے ہونے کا تو خیال ہی دل میں نہ آئے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص خود کو بہت زیادہ چالاک سمجھتا ہے، اس کی سب سے بڑی بے وقوفی یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو بے وقوف سمجھتا ہے، حالاں کہ کسی کو یہ خوش فہمی نہیں پالنی چاہیے کہ کہ ہماری چالاکی کی تہہ تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ بہر حال ابن سعد کی روایت جو صحیح بخاری میں بھی مروی ہے، اس میں امام بخاری رحمہ اللہ کے دعوے کے خلاف کچھ بھی موجود نہیں، بلکہ یہ روایت دیگر روایات سمیت امام بخاری ہی کے دعوے کی زبردست دلیل ہے جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۹۸،۱۹۷)

آپ کے نزدیک روایت کے صحیح ہونے سے لازم نہیں کہ کسی اور کے ہاں بھی صحیح ہو

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"رہا زبیر علی زئی صاحب کا کسی حدیث کو اپنی تحقیق سے صحیح قرار دے کر یہ استدلال کرنا کہ امام ابن عدی راوی کے ترجمہ میں صحیح احادیث بھی ذِکر کرتے ہیں تو اس تعلق سے اول تو یہ عرض ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی روایت صحیح ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی تحقیق میں بھی یہ روایت صحیح ہے؟ مؤدبانہ گزارش ہے کہ یہاں امام ابن عدی کی تحقیق کی بات ہو رہی ہے، اس لئے اس مقام پر اپنی تحقیقات کو اپنے پاس ہی محفوظ رکھیں۔ ورنہ آپ دن رات کسی روایت کو صحیح کہتے رہیں، اس سے وہ روایت صرف آپ ہی کی نظر میں صحیح ہو گی، نہ کہ آپ کے صحیح کہنے سے امام ابن عدی رحمہ اللہ کی نظر میں بھی صحیح ہو جائے گی۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰۲)

اہل علم کی طرف غلط نسبتوں کا طول طویل سلسلہ

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد آگے لکھتے ہیں:

”یہ معاملہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا ہے، بلکہ مسئلہ تدلیس اور مسئلہ حسن لغیرہ اور مسئلہ زیادتِ ثقہ میں جس طرح سے موصوف نے اپنے موقف کو محدثین کی طرف منسوب کیا ہے، اسے پڑھنے کے بعد اگر ٹھہر کر اس پر غور کیا جائے اور اصل مقامات سے اہلِ علم کی عبارتیں دیکھی جائیں تو واللہ! اہلِ علم کی طرف غلط نسبتوں کا ایک طول طویل سلسلہ نظر آتا ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰۷)

اصولِ حدیث میں ظاہریت

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے مذکورہ عنوان قائم کر کے لکھا:

”ماضی میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ فقہ و استنباط میں بس ظاہر ہی کو دیکھتے تھے اور اسی کے مطابق فیصلے صادر فرمادیتے تھے، امت نے ان کے اس طرزِ عمل کو پسند نہیں کیا، بلکہ انہیں اہلِ ظاہر کہا، کچھ اس طرح کی ظاہریت کا مظاہرہ اصولِ حدیث میں بھی کرتے ہیں اور محض ظاہری سند اور بہ ظاہر اس کی صحت دیکھ کر یہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں کہ حدیث صحیح ہے۔ جو لوگ زیادتِ ثقہ کو مطلق طور پر قبول کرتے ہیں، وہ بھی اسی قبیل سے ہیں اور بعض محدثین نے اس کی صراحت بھی کی ہے۔ چنانچہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۰۲ھ) نے کہا:......یقینا جس نے محدثین سے یا ان کی اکثریت سے یہ نقل کیا کہ جب مرسل اور مسند یا مرفوع اور موقوف یا کمی و بیشی کا تعارض ہو تو زیادتی کرنے والے کی بات پر فیصلہ ہو گا تو اس نے اس طرح کی مطلق بات کہہ کر صحیح نہیں کیا، کیوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور محدثین کے جزئی احکامات کا مراجعہ کریں تو آپ کو میری بات کی درستی معلوم ہو جائے گی اور سب سے زیادہ جو لوگ اس طرح کے قواعد کو قاعدہ کلیہ سمجھ بیٹھے ہیں، وہ بعض اہلِ ظاہر ہیں۔ [شرح الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید (ص:۶۱،۶۰)] عرض ہے کہ شیخ الاسلام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بہت

ہی خوب صورت بات کہی ہے کہ ہر جگہ زیادتِ ثقہ کو قبول کر لینا یا اسے عام قاعدہ سمجھ لینا، اہلِ ظاہر کا کام ہے، چنانچہ آگے ہم ایک مثال میں بیان کریں گے کہ جس میں زیادتِ ثقہ کو محدثین نے رَد کر دیا، لیکن ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے اصولِ حدیث میں بھی ظاہریت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے قبول کر لیا ہے۔ قارئین منتظر رہیں۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۰)

راوی کے اختلاط کی بابت بغیر معتبر ثبوت کے دعوی اور عبارت میں گھپلا

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے دعوے کا کوئی معتبر ثبوت نہیں پیش کیا ہے کہ عبد الوہاب ثقفی نے اختلاط کے بعد روایت کرنا بند کر دیا تھا۔ شروع شروع میں موصوف نے "معجم المختلطین "کا حوالہ دیا تھا، لیکن ہمارے جواب میں جب اس کا حشر دیکھا تو امام ذہبی رحمہ اللہ کی وہ بات نقل کر دی، جس کی بنیاد غیر ثابت روایت تھی، لیکن موصوف نے امام ذہبی کی اصل بنیاد کو بڑی ہی ہوشیاری سے چھپا کر محض امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول لکھ مارا۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۴۰)

مختلف فیہ صحابیت والا حسن الحدیث ہوتا ہے، یہ ایسا اصول ہے جو کسی کتاب میں درج نہیں

شیخ زبیر علی زئی نے لکھا:

"جس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہو اور جرح مفسر ثابت نہ ہو تو وہ حسن الحدیث راوی ہوتا ہے۔"

(توضیح الاحکام المعروف فتاوی علمیہ: ۱/ ۴۸۴)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی کے کشیدہ مذکورہ اصول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"واضح رہے کہ ہمارے نزدیک یہ کہنا کہ جس راوی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہو، وہ راوی کم اَز کم حسن الحدیث ضرور ہوتا ہے، محل نظر ہے۔ ہمیں اصول حدیث کی کسی کتاب میں

یہ قاعدہ نہیں ملا، بلکہ اس سلسلے میں زبیر علی زئی صاحب نے صرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "اسماء بنت سعید بن زید بن عمرو" کے بارے میں فرماتے ہیں: واما حالها فقد ذكرت فی الصحابة وان لم يثبت لها صحبة فمثلها لا يسأل عن حالها۔ جہاں تک ان کی حالت کی بات ہے تو انہیں صحابہ میں ذِکر کیا گیا ہے اور اگر چہ ان کی صحابیت ثابت نہ ہو، پھر بھی آپ جیسے لوگوں کی حالت تعارف کی محتاج نہیں۔ [تلخیص الحبیر (۱/۴۷)] حافظ ابن حجر کی اسی عبارت سے یہ اصول اخذ کیا جارہا ہے کہ جس راوی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہو، وہ ثقہ یا حسن الحدیث ہوتا ہے۔ عرض ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ بات بطور اصول نہیں کہی ہے، بلکہ خاص "اسماء بنت سعید بن زید بن عمرو" کے بارے میں ایسا کہا ہے اور یہ بات قرائن کی بنیاد پر کہی ہے، نہ کہ صرف اس بنیاد پر کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی متعدد مقامات پر مختلف فیہ صحابیت والے رواۃ کو مجہول کہا ہے، جن پر کوئی جرح نہیں ملتی ہے۔ [تفصیل کے لئے دیکھیں: تحفة الابرار فی تحقیق اثر مالک الدار (ص:۵۲ تا ۸۵)]۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۷۰)

بھونڈی مثال، مضحکہ خیزی اور کج اندیشیاں

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"زبیر علی زئی صاحب اہلِ علم کی طرف کیا کیا باتیں منسوب کرتے ہیں؟ اس کا صرف ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ تدلیس سے متعلق امام شافعی کی کتاب سے موصوف امام شافعی کا کلام نقل کرنے کے بعد آگے چل کر نمبر (۲) قائم کر کے لکھتے ہیں: "اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتاب الرسالہ سے راضی (متفق) تھے اور تدلیس کے مسئلے میں ان کی طرف سے امام شافعی پر رَد ثابت نہیں، لہذا ان کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہے، چاہے قلیل تدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔" [انوار الطریق از زبیر علی زئی (ص:۱۱۱) نیز دیکھیں: نور

العینین، جدید ایڈیشن (ص:۴۵۸)] پھر آگے چل کر نمبر (۳) قائم کر کے لکھتے ہیں: امام اسحاق بن راہویہ کے پاس امام شافعی کی کتاب الرسالہ پہنچی، لیکن انہوں نے تدلیس کے اس مسئلے پر کوئی رَد نہیں فرمایا، جیساکہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وہ تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے موافق تھے۔"[انوار الطریق اَز زبیر علی زئی (ص:۱۱۲) نیز دیکھیں: نور العینین، جدید ایڈیشن (ص:۴۵۸)] قارئین! سنجیدگی سے غور کریں کہ کیا اہلِ علم کی طرف غلط نسبت کی اس سے بھونڈی مثال مل سکتی ہے؟ ایک طرف اہلِ علم کی طرف اقوال منسوب کرنے میں یہ مضحکہ خیزی اور دوسروں کی نسبت پر کج اندیشیاں! سبحان اللہ!۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰۷،۲۰۶)

زیادتِ ثقہ مطلقاً قبول نہیں، بلکہ مدار قرائن پر ہے

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"زیادتِ ثقہ سے متعلق محدثین کے یہاں کوئی مخصوص ضابطہ یا قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ محدثین اس کے قبول ورد کا فیصلہ قرائن کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اہلِ فن نے اس بابت مختلف اقوال نقل کئے ہیں، جن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادتِ ثقہ کو علی الاطلاق قبول کیا جائے گا، لیکن یہ قول شاذ ومتروک ہے، نیز مجہول لوگوں کی طرف منسوب ہے۔ اہلِ فن نے یہ قول ذِکر تو کیا ہے، لیکن اس کے قائلین کون ہیں؟ اس بارے میں کسی ایک بھی محدث کا نام یا اس کا طرزِ عمل محفوظ نہیں ہے، جو اِس موقف کا حامل ہو اور اس نے اس پر عمل کیا ہو، بلکہ بعض اہلِ علم نے تو اسے سرے سے محدثین کا موقف مانا ہی نہیں ہے، بلکہ اسے فقہاء کی طرف منسوب کیا ہے...... الغرض زیادتِ ثقہ سے متعلق محدثین اور ائمہ نقد کا موقف یہی ہے کہ اس کے قبول ورد میں قرائن کا اعتبار کیا جائے گا، جیساکہ ہم محدثین کی تصریحات پیش کریں گے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰۸)

زیادت ثقہ کو علی الاطلاق قبول کرنے والا کوئی نہیں مگر....

شیخ زبیر علی زئی نے کہا زیادت ثقہ مطلقاً قبول ہے۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے دعوی کیا کہ یہ موقف کسی بھی محدث کا نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ معاصرین میں بھی جن کبار اہلِ علم نے فن حدیث پر کام کیا ہے مثلاً علامہ البانی رحمہ اللہ، وہ سب کے سب یہی موقف رکھتے ہیں۔ ہمیں معاصرین میں فن حدیث سے وابستہ ایک بھی معتبر علمی شخصیت ایسی نہیں ملی، جس نے زیادتِ ثقہ کو علی الاطلاق قبول کرنے والا موقف اختیار کیا ہو۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

عجیب وغریب وجہ ضعف

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محترم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا، لیکن وجہ ضعف کے طور پر بڑی عجیب وغریب بات ذِکر کی ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۷)

صحابی کی توہین پر مبنی روایت قبول کرلی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب دیکھنا ہے کہ محترم حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کیا رنگ لاتی ہے؟ کیا جس طرح موصوف نے زیادتِ ثقہ کے علی الاطلاق قبول کرنے والے مرجوح ومتروک اصول کو اپنا کر یزید رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والی حدیث کو بڑی فراخ دِلی سے قبول کر لیا ہے، کیا موصوف "عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ" سے متعلق وارد ہونے والی اس حدیث پر ایمان لائیں گے؟ واضح رہے کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والی یعنی ان پر حسن پرستی اور اسی کی خاطر کسی اور کی خوب صورت لونڈی غصب کرنے اور چھیننے کا الزام لگانے والی روایت کو انہوں نے پوری فراخ دِلی سے قبول کرلیا۔ واللہ المستعان......ہماری نظر میں یہ روایت مردود ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۹)

اپنا ہی اصول نظر انداز

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام ذہبی رحمہ اللہ نے جس بنیاد پر مذکورہ بات کہی ہے، وہ بنیاد ہی ثابت نہیں، اس لئے اصل بنیاد منہدم ہونے کے سبب امام ذہبی کا قول بھی غیر معتبر ہو گیا۔ چنانچہ خود حافظ زبیر علی زئی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحی کو ابن معین کی طرف منسوب غیر ثابت جرح کی وجہ سے "دیوان الضعفاء والمتروکین" (۲/۲۱۲، رقم: ۲۹۲۳) وغیرہ میں ذِکر کیا ہے۔ اور اَصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔[ماہ نامہ "الحدیث" (شمارہ: ۹۵، ص: ۸۲) نیز دیکھیں: علمی مقالات (۴/ ۵۵۳)] عرض ہے کہ جناب! آپ یہاں اپنا یہ اصول کیوں بھول گئے؟ یہاں بھی تو حافظ ذہبی نے ابو داود کی طرف منسوب غیر ثابت قول کی بنیاد پر عبد الوہاب کے اختلاط سے متعلق مذکورہ بات کہی ہے، اور اصل بنیاد منہدم ہونے کے سبب حافظ ذہبی کی یہ بات بھی منہدم ہے۔ یہ تو اختلاط کے پہلے جواب کا حشر ہوا، دوسرے جواب کی حالت بھی اس سے بہتر نہیں ہے۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۴۲)

علی زئی کی طرف سے سند پر عجیب وغریب اعتراض

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"زبیر علی زئی صاحب نے اس کی سند پر عجیب و غریب اعتراض کرتے ہوئے کہا: "ابو غادیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دو راوی بیان کر رہے ہیں۔ (۱) ابو حفص مجہول (۲) کلثوم بن جبر: ثقہ۔ امام حماد بن سلمہ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ انہوں نے کس راوی کے الفاظ بیان کئے ہیں، ابو حفص (مجہول) کے یا کلثوم بن جبر (ثقہ) کے۔ اور اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ کیا دونوں راویوں کے الفاظ من و عن ایک ہیں یا ان میں اختلاف ہے۔"[توضیح الاحکام: ۲/ ۴۷۹)] عرض ہے: اولاً: علم حدیث کا مبتدی طالب علم بھی دیکھ سکتا ہے کہ اس سند میں ابو

حفص کی متابعت موجود ہے، لہذا ابو حفص کی جہالت پر اعتراض کرنا بہت بڑا عجوبہ ہے۔ حماد بن سلمہ نے صراحت نہیں کی کہ الفاظ کس کے ہیں تو امام حماد کی عدم صراحت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں کے الفاظ یکساں ہیں یا کم از کم دونوں میں کوئی معنوی فرق نہیں ہے، کیوں کہ حماد بن سلمہ کا ایسا کوئی طرزِ عمل محدثین نے نہیں بتلایا ہے کہ یہ مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف طرق کو یکجا سند و متن کے ساتھ ذِکر کر دیتے ہیں۔ اگر حماد بن سلمہ کی ایسی کوئی عادت ہوتی تو خود حماد بن سلمہ ہی مجروح قرار پاتے، جیسا کہ محمد بن عمر واقدی پر محدثین نے اس وجہ سے جرح کی ہے کہ یہ مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف طرق میں تمام الفاظ کو اکٹھا کر کے اجتماعی سند کے ساتھ ذِکر کر دیتے ہیں۔ اگر حماد بن سلمہ کا بھی ایسا کوئی طرزِ عمل ہوتا تو محدثین ان پر گرفت ضرور کرتے، لیکن محدثین نے ان کے بارے میں ایسی کوئی صراحت نہیں کی ہے، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ حماد بن سلمہ کا ایسا کوئی طرزِ عمل نہیں تھا۔ لہذا جس راوی کا یہ طرزِ عمل ثابت نہ ہو، اس کی کسی خاص روایت میں بغیر قوی دلیل کے یہ دعوی نہیں کیا جا سکتا کہ یہاں اس نے کئی سندیں ذِکر کر کے کسی ایک ہی کے الفاظ نقل کئے ہیں۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۷۳)

ایسی متابعت جو خود علی زئی اصول کے مطابق بھی متابعت نہیں بن سکتی

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس سند میں لیث بھی سعد صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور ثقہ، ثبت، فقیہ اور امام مشہور تھے۔ [تقریب (ص:۸۱۷)] لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاذ حیوۃ بن شریح کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ والحمد للہ۔“

(ماہنامہ الحدیث شمارہ:٦، ص:۷، بحوالہ یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۷۵)

۴۳۷)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے علی زئی صاحب کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس سند میں غور کریں! ولید بن مسلم اپنے دو استادوں سے یہ روایت نقل کرتے ہیں، ایک عبد اللہ بن لہیعہ ہیں اور دوسرے لیث بن سعد ہیں۔ عبد اللہ بن لہیعہ بعض محققین کی نظر میں ضعیف ہیں اور زبیر علی زئی کی نظر میں یہ حسن الحدیث ہیں، مگر مدلس ہیں اور یہاں عن سے روایت کرتے ہیں۔ اَب زبیر علی زئی ہی کے اصول کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ولید بن مسلم نے وضاحت نہیں فرمائی کہ انہوں نے کس راوی کے الفاظ بیان کئے ہیں: ابن لہیعہ ”عن“ سے روایت کرنے والے کے یا لیث بن سعد کے۔ اور اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ کیا دونوں راویوں کے الفاظ من و عن ایک ہیں یا ان میں اختلاف ہے؟ افسوس ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے یزید کی مخالفت میں اپنا ہی اصول توڑ دیا بلکہ یہاں بڑے وثوق کے ساتھ کہا: ”لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاذ حیوہ بن شریح کی متابعتِ تامہ کر رکھی ہے۔“ سوال یہ ہے کہ آں جناب کو کیسے معلوم ہوا کہ لیث نے متابعتِ تامہ کر رکھی ہے؟ آپ ہی کے اصول کی روشنی میں یہ صراحت کہاں ہے کہ ولید بن مسلم کے دونوں اساتذہ کے بیان کردہ الفاظ من و عن یکساں ہیں؟ معلوم ہوا کہ مذکورہ سند پر زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض دوسرے مقام پر انہیں کے طرزِ عمل کے خلاف ہے۔ یاد رہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے لیث بن سعد کی جو متابعت پیش کی ہے، وہ ولید بن مسلم کے تدلیسِ تسویہ سے متصف ہونے اور سند کے تمام طبقات میں سماع یا تحدیث کی صراحت نہ ہونے کے سبب ضعیف ہے، جس کی وضاحت آگے [اسی کتاب کا صفحہ (۵۹۸ تا ۶۰۰) دیکھیں] حدیث، قسطنطنیہ پر بحث کے ضمن میں آرہی ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۷۵)

علی زئی اصول میں بھی یہ متابعت ثابت نہیں

علی زئی نے دعوی کیا:

”لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاذ حیوہ بن شریح کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ والحمد للہ۔“

(مشکوۃ بتحقیق زبیر علی زئی، تحت رقم: ۳۲، بحوالہ یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ۵۹۹)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے مذکورہ بات پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”عرض ہے کہ یہ متابعت قطعاً ثابت نہیں، کیوں کہ ابن عساکر کی سند میں لیث بن سعد سے نیچے ضعف موجود ہے اور وہ ولید بن مسلم القرشی ہیں، جو تدلیسِ تسویہ کرتے تھے اور انہوں نے اپنے سے اوپر سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت نہیں کی ہے، جب کہ تدلیسِ تسویہ سے متصف راوی کی سند صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ اپنے سے اوپر تمام طبقات میں سماع یا تحدیث کی صراحت کرے، چنانچہ خود زبیر علی زئی صاحب ہی ایک مقام پر ایک دوسری روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اس روایت کے ایک راوی ولید بن مسلم مدلس تھے، آپ تدلیسِ تسویہ کرتے تھے۔ تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے، جس میں وہ آخر تک سماعِ مسلسل کی تصریح نہ کرے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۹۹)

روایت کو ضعیف قرار دینے میں تکلفات سے کام لیا

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے متعلق لکھا:

”یہ روایت ان کے لئے پریشان کن ثابت ہوئی، اس لئے موصوف نے حد درجہ تکلفات سے کام لیتے ہوئے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ٦٦٠)

تحقیق کی پوری کایا پلٹ گئی...... ثقہ عند الجمہور، ضعیف عند الجمہور بن گیا

سنابلی صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”اس ضمن میں موصوف نے اس کی سند کے ایک راوی عبد الرحمن بن معاویہ کے بارے میں دعوی کیا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے یہ راوی ضعیف ہے، اس سلسلے میں موصوف نے امام ہیثمی کا قول بطور تائید پیش کیا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ اکثر نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ حالاں کہ اس سے پہلے خود موصوف ہی نے امام ہیثمی کے اس قول کو مردود قرار دیا تھا اور اس کے خلاف اپنی یہ تحقیق پیش کی تھی کہ جمہور نے اس راوی کو

ثقہ کہا ہے۔[دیکھیں: تحقیقی مقالات (۳/ ۳۸۵)، نیز دیکھیں: مجلہ ”الحدیث“ (شمارہ:۱۰۷، ص:۴۸)] لیکن شاید یہ تحقیق پیش کرتے وقت انہیں یہ علم نہیں تھا کہ اسی راوی نے ایک عظیم صحابی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یزید بن معاویہ کی تعریف نقل کی ہے۔ اور جوں ہی آں جناب کے سامنے میری تحریر پیش ہوئی اور یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس راوی نے ایک عظیم صحابی سے یزید بن معاویہ کی تعریف نقل کی ہے۔ پھر کیا تھا؟ تحقیق کی پوری کایا پلٹ گئی اور توثیق کرنے والے جمہور کی پوری عمارت منہدم ہو گئی۔ اَب دوبارہ الیکشن ہوا، نئے سرے سے ووٹنگ ہوئی اور اس بار ٹوٹے پھوٹے ووٹ حاصل کر کے نام نہاد جمہوریت کی تلوار اُٹھائی گئی اور مدحِ یزید میں روایت بیان کرنے کی پاداش میں بے چارے عبد الرحمن بن معاویہ کی ثقاہت کا بڑی ہی بے دردی اور بے رحمی سے خون کر دیا گیا۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۶۲،۶۶۰)

رواۃ کی توثیق وتضعیف میں جمہوریت والا علی زئی اصول مضحکہ خیز ہے

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”محض جمہوریت اور نمبر شماری سے کسی راوی کی توثیق وتضعیف والا اصول ہی مضحکہ خیز ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۶۱)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”واضح رہے کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اکثر نے اس کی تضعیف کی ہے، کیوں کہ ہم نے اوپر اکثر سے اس راوی کی توثیق پیش کر دی ہے۔ والحمد للہ۔ امام ہیثمی نے تضعیف کے قول کو اکثر کا قول قرار دیا ہے، جس کی ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اس راوی کی تضعیف کرنے والوں میں انہیں بھی شامل کر لیا ہے، جنہوں نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۸۴)

سنابلی صاحب نے آگے لکھا:

”یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ ہر جگہ جمہور کی توثیق پر اعتماد نہیں کرتے تھے، بلکہ جو راجح موقف ہوتا تھا، اسے ترجیح دیتے تھے، خواہ وہ جمہور کے موافق ہو یا جمہور کے خلاف۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۸۴)

علی زئی اصول کے تناظر میں جواب

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”زبیر علی زئی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ ”وھو ضعیف عند الاکثرین“ اور وہ (قاسم ابو عبد الرحمن) جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد: ۹۶/۱) یہ قول دو وجہ سے غلط ہے۔ (۱) تحقیق کرکے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ قاسم مذکور جمہور کے نزدیک موثق ہے۔ (۲) خود ہیثمی بذات خود اسے ثقہ کہتے ہیں۔ کما تقدم آنفاً۔“ [مجلہ الحدیث (شمارہ: ۲۲، ص: ۹۴)] عرض ہے کہ عبد الرحمن معاویہ سے متعلق بھی حافظ ہیثمی کا قول انہیں دونوں وجوہات کی وجہ سے غلط ہے: ......۱۔ عبد الرحمن معاویہ کے بارے میں تحقیق کرکے ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ جمہور کے نزدیک موثق ہے۔ ۲۔ نیز خود حافظ ہیثمی رحمہ اللہ بھی بذاتِ خود ثقہ کہتے ہیں، جیسا کہ اس مقالے (میں) ہم نے حوالہ پیش کیا ہے۔“

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۸۶)

روایت کے الفاظ ہضم کر گئے

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”دَراَصل مذکورہ حدیث کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اس حدیث کو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سنائی اور اس وقت یہ شام میں تھے جیسا کہ بعض طرق میں پوری صراحت ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کلام کرتے ہوئے جو کہا ہے۔ (کما سیاتی) اس کا ماحصل یہ ہے کہ جن دِنوں شام میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان دِنوں ابو ذر رضی اللہ عنہ شام گئے ہی نہیں۔ تو پھر ابو ذر رضی اللہ عنہ انہیں یہ حدیث

کیسے سنا سکتے ہیں؟ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے کلام کی رو سے یہ روایت اپنے بعض الفاظ کے پیشِ نظر موضوع اور من گھڑت ثابت ہوتی ہے لیکن ان الفاظ کو زبیر علی زئی صاحب یہاں ہضم کر گئے۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۸،۱۷)

علی زئی نے تحریف کر دی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

"صرف یہی نہیں بلکہ اسی روایت کے بعض الفاظ سے ایک جلیل القدر صحابی رسول کی توہین بھی ہوتی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے رسالہ میں اس توہین والے جملے میں معنوی تحریف کرتے ہوئے اس کا ترجمہ ہی بدل دیا۔ اور یہاں سرے سے وہ الفاظ ہی ذِکر نہیں کئے۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ روایت پورے الفاظ کے ساتھ مع ترجمہ درج کر دیں۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۸)

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ (آخری قسط)

قومی اسمبلی میں قادیانی شکست اور بریلوی تعصب

قارئین کرام! ہم نے آپ کے سامنے قومی اسمبلی میں قادیانی شکست کے حوالے سے بریلوی مسلک کی جانب سے علماء دیوبند پر کیے گئے تمام اعتراضات کے جوابات پیش کیے جن میں یہ بات بلکل واضح کی گئی ہے کہ بریلویوں نے ہمیشہ کی طرح اپنے آباؤاجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کس طرح قطع برید سے کام لیتے ہوئے مولانا اللہ وسایا صاحب پر خیانت کا الزام لگایا۔ ہمیں ان کے پیش کردہ اعتراضات میں سے کوئی ایک بھی جاندار اور معقول اعتراض نہیں مل سکا سوائے ایک اعتراض کے جو معقول لگا وہ اعتراض اور اسکا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے نمبر پر کون؟ مولانا نورانی یا مفتی محمود!

بریلوی مسلک کی جانب سے قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ کو لے کر جس بات پر سب سے زیادہ واویلا کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کیخلاف سب سے پہلے قرارداد پیش کرنے والے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب تھے اور اسمبلی کے ریکارڈ میں بھی مولانا نورانی کا نام سب سے پہلے نمبر ہے اور مفتی محمود رحمہ اللہ کا نام تیسرے نمبر پر ہے لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے اور دیگر علماء دیوبند نے جب بھی قومی اسمبلی کی کاروائی سے متعلق لکھا تو ہمیشہ اس ترتیب کو بدل کر مولانا نورانی کا نام تیسرے نمبر پر اور مفتی محمود رحمہ اللہ کا نام پہلے نمبر پر کر دیا جبکہ اس کے اصل محرک مولانا نورانی صاحب تھے۔

(قومی اسمبلی میں قادیانی شکست صفحہ 32)

جواب: قارئین کرام! پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ قرارداد کو پیش کرنے سے متعلق جو ترتیب ہے یہ کوئی آسمانی وحی یا آسمانی ترتیب نہیں کہ جس پر اس قدر رونا دھونا کیا جائے کہ گویا اس کا انکار یا اس میں تبدیلی کوئی کفر ہو اور نا ہی ایسا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہو کہ اس کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہ ہو سکتا ہو۔ یہ بات ہم اس لیے عرض کر رہے ہیں کیونکہ بعض دفعہ تاریخی حوالے سے لکھتے ہوئے انسان غلطی کر جاتا ہے جو کہ بڑی بات نہیں۔ پھر اس ترتیب سے متعلق اعتراض کا جواب مولانا اللہ وسایا صاحب نے بہت پہلے ہی ریکارڈ کروا دیا ہوا ہے جو کہ آڈیو کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے جس میں مولانا نے یہ بات بالکل واضح فرمائی ہے کہ

”مولانا نورانی صاحب ہی نے یہ قرارداد پیش کی تھی اور اس پر وہ مبارک باد کے مستحق بھی ہیں۔ اگر عالمی مجلس نے کہیں کسی جگہ پر مولانا نورانی کی جگہ مفتی محمود کا نام لکھ دیا ہے تو اسے نیت کا قصور نہیں بلکہ کاتب کی غلطی سمجھا جائے۔“

مولانا اللہ وسایا صاحب کا یہ بیان مفتی منیب الرحمان صاحب کے جواب میں ریکارڈ کروایا گیا تھا کیونکہ مفتی صاحب نے بھی ایک جگہ یہی اعتراض پیش کیا تھا جس پر مولانا نے یہ جواب ریکارڈ کروایا تھا اور یہ بیان آج بھی سوشل میڈیا پر موجود ہے اور ہمارے پاس بھی آڈیو کی صورت میں محفوظ ہے جو کہ طلب کرنے پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

اب ہم بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ختم نبوت جیسے حساس مسئلہ کو اپنی ناپاک فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھانے سے پہلے کیا ایک بار بھی مولانا اللہ وسایا صاحب یا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں سے اس حوالے سے کوئی رابطہ کیا؟ اور اگر کیا تھا تو آپ کو اس کا کیا جواب ملا؟ جب مولانا نے آپ لوگوں کے اس اعتراض کا جواب پہلے ہی ریکارڈ کروا دیا تھا تو پھر بھی آپ لوگوں کا مولانا اللہ وسایا صاحب اور دیگر علماء دیوبند پر خیانت کا الزام لگانا آپ کی کی طرف سے فرقہ واریت اور مسلکی انتشار پھیلانے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قائد حزب اختلاف مفتی محمود رحمہ اللہ کا کردار

بریلوی مسلک نے قرارداد پیش کرنے والوں کی فہرست میں ترتیب سے متعلق تو بہت واویلا کیا لیکن مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ جو کہ اس وقت قائد حزب اختلاف تھے اور مولانا نورانی کے ہی بہ قول حزب اختلاف نے قادیانیوں کیخلاف پیش کی جانے والی قرارداد کو متفقہ طور پر جو منظور کروایا تھا اس پر بریلوی مسلک نے آج تک مفتی محمود رحمہ اللہ کے کردار کو کیوں نہیں سراہا؟ اور اپنی اس شائع کردہ کاروائی "قومی اسمبلی میں قادیانی شکست" میں بھی مفتی محمود رحمہ اللہ کے اس کردار کو نظر انداز کر دیا البتہ اسے ضمناً ضرور ذکر کیا وہ بھی صرف یہ بتانے کے لیے کہ

”مولانا نورانی کا پیش کردہ پرائیوٹ بل حزب اختلاف کی قرارداد کیسے بنا۔“

قارئین یہ بات ”قومی اسمبلی میں قادیانی شکست“ کے صفحہ 32 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قارئین کرام! جس طرح دیوار میں لگی ہر اینٹ یہ سمجھتی ہے کہ یہ دیوار اسی کی وجہ سے کھڑی ہے اسی طرح

بریلوی فرقہ کا یہ خیال ہے کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کیخلاف ہونے والی تمام کاروائی میں صرف انہی کے مولانا نورانی کا ہی سارا کردار رہا ہے باقی سب تو بس ویسے ہی ساتھ پھرتے رہے ہیں حالانکہ اسمبلی میں مولانا نورانی کی طرف سے جو پرائیوٹ بل پیش کیا گیا تھا اسے حزب اختلاف نے متفقہ طور پر منظور کروایا تھا اور حزب اختلاف کے قائد مفتی محمود رحمہ اللہ تھے۔ اسمبلی میں بل پیش کرنے سے بڑا کام اسے متفقہ طور پر منظور کروانا ہوتا ہے اگر وہ مسترد ہو جائے تو پھر بل پیش کرنا بھی بیکار ہو جاتا ہے لہٰذا بریلوی حضرات اس خام خیالی سے باہر نکل آئیں کہ صرف مولانا نورانی کو ہی اس ساری کاروائی کا کریڈٹ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک صرف مولانا نورانی ہی نہیں بلکہ اس کاروائی میں شامل تمام علماء کرام چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں سب کی ہی اپنی اپنی محنت شامل ہے اور سب ہی کو اللہ پاک اس کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔ جس کا جو کردار رہا ہے ہم اسے سراہتے ہیں نا کہ اسکا انکار کرتے ہیں۔ اس تمام تر بحث کے بعد محترم قارئین اب ذرا قدرت کا انصاف بھی دیکھ لیں۔

قدرت کا انصاف

قارئین کرام! ایک جھوٹ جو خوب پھیلایا گیا اور بریلوی حضرات نے ہمیشہ سے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ 1974ء میں قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ جب زیر بحث آیا تو وہاں پر قادیانیوں کی طرف سے بانی دیوبند حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب "تحذیر الناس" کو بطور دلیل پیش کیا گیا جس پر دیوبندی علماء لاجواب ہو گئے اور وہاں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے قادیانیوں کو اس کا جواب دیا۔ یہ بات جو کہ جھوٹ ہے اسے مولانا نورانی نے بھی اپنی ایک تقریر میں بیان کیا ہوا ہے جسکا ویڈیو ثبوت بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

اس پر ہمارا سوال ہے کہ قومی اسمبلی کی مکمل کاروائی اب منظر عام پر آچکی ہے اور اسے بریلوی جماعت ختم نبوت موومنٹ پاکستان کی طرف سے بھی "قومی اسمبلی میں قادیانی شکست" کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے لیکن ہمیں یہ "تحذیر الناس" والی بات جسے بریلوی علماء اور ان کے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب بیان کرتے تھے یہ واقعہ ہمیں نہ حکومتی کاروائی میں کہیں پر ملا اور نا ہی بریلویوں کی اس شائع کردہ کاروائی میں ملا۔

یہ نرا جھوٹ تھا جسے آج تک بریلوی علماء نے خوب پھیلایا لیکن اسکا ثبوت نہیں دے سکے اور اب قدرت کا انصاف دیکھیے کہ ان لوگوں نے خود ہی اپنے ہاتھوں اس مکمل کاروائی کو شائع کر کے اپنے آپکو بے نقاب کر دیا۔ مطلب کہ بریلوی جماعت نے اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار لی۔ الحمد اللہ علماء دیوبند ایک بار پھر سرخرو ہوئے۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۱۶)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

باب نمبر: ۲۱
غیر مقلدین کی غلط بیانیاں

ویسے تو غیر مقلدین کی کتابوں میں غلط بیانیاں کافی تعداد میں ہیں مگر ہم یہاں صرف اُن غلطیوں کو سامنے لاتے ہیں جو مسئلہ تین طلاق پر لکھی گئی کتابوں اور تحریروں میں موجود ہیں۔ اُن میں بہت سی فاش غلطیاں ہیں اور متعدد غلطیوں پر تو خود اُن کے اپنے علماء کی گواہیاں ثبت ہیں جیسا کہ قارئین آئندہ صفحات کے مطالعہ سے جان لیں گے ان شاء اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد نے مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تحت لکھا:

> ”یہ فیصلہ (تین طلاق کے ایک ہونے کا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت فرماتے رہے۔“
>
> (تحفۂ احناف صفحہ ۲۳۸)

قوسین میں ”تین طلاق کے ایک ہونے کا“ جملہ بھی عارفی صاحب کا ہے۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما حافظ ابن حزم ظاہری اور مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کی تصریحات کے مطابق سرے سے مرفوع حدیث ہے ہی نہیں۔ مزید یہ کہنا کہ تین کو ایک کہنے کا فیصلہ آپ خود سماعت فرماتے رہے کہیں بھی حدیث میں مذکور نہیں۔ چنانچہ مولانا شرف الدین دہلوی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب میں لکھا:

> ”اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ یہ تین طلاقوں والے مقدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے، وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔“
>
> (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۶)

حکیم صفدر عثمانی غیر مقلد نے فریق مخالف کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے... کیوں کہ اس حدیث میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے۔''

(احسن الابحاث صفحہ ۳۱)

کیا یہ عبارت حرف بہ حرف عارفی صاحب پر سچی نہیں آرہی؟

اکثر صحابہ و تابعین کی طرف تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی نسبت

شیخ محمد انور محمد قاسم سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اکثر صحابہ کرام اور تابعین اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم اور موجودہ دور کے اکثر کبار علماء، اور محدثین کا مسلک یہی ہے کہ (ایک ہی وقت میں) تین طلاقیں دینے کی صورت میں صرف ایک رجعی طلاق واقعی ہوگی اور باقی دو طلاقیں مردود (ناقابل قبول) ہوں گی۔''

(اولاد کی اسلامی تربیت صفحہ ۲۷۶، ۲۷۷...... اشاعت: ۲۰۱۱ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

سلفی صاحب کا اکثر صحابہ و تابعین کی طرف تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی نسبت کرنا غلط ہے۔ صحابہ کرام تو تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں جیسا کہ ہم مستقل باب میں خود غیر مقلد مصنفین کی عبارات نقل کر چکے ہیں۔ اور تابعین کا مسلک بھی تین کو تین قرار دینے کا ہے۔

اسی طرح سلفی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ دَورِ حاضر کے اکثر کبار علماء اور محدثین کا مسلک تین کو ایک کہنے کا ہے۔ کیوں کہ اس زمانہ میں بھی تین کو تین کہنے والوں کی اکثریت ہے۔

تضاد بیانی کا غلط الزام

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد نے ''حائضہ کی طلاق کا حکم اور جھنگوی کا تضاد'' عنوان قائم کر کے لکھا:

''جھنگوی صاحب نے حائضہ کی طلاق کی بحث کے ضمن یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ اہلِ حدیث حضرات حائضہ عورت کی طلاق کو نافذ نہیں مانتے پھر خود ہی اپنی بات کی تردید کرتے ہوئے تحفہ، ص: ۲۴، ۲۳ پر مولانا شمس الحق عظیم آبادی، علامہ امیر یمانی، قاضی شوکانی

اور مولانا عبد الرحمن مبارک پوری، عبد اللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے لکھتا ہے وہ طلاق حائض کو نافذ مانتے ہیں۔ دیکھئے! تناقض و تعارض میں جھنگوی کتنا اونچا مقام رکھتا ہے۔"(تحفۂ احناف صفحہ ۱۲۲)

تناقض و تعارض جھنگوی صاحب کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا ہے کیوں کہ ان کا ایک گروہ حائضہ عورت کو دی گئی طلاق کو واقع نہیں مانتا، جب کہ دوسرا گروہ ایسی طلاق کے وقوع کا قائل ہے۔ حوالہ جات کے لئے ہماری اسی کتاب کا باب:۱۸ "غیر مقلدین کی تضاد بیاناں" ملاحظہ فرمائیں۔ حیرت ہے کہ جو غیر مقلدین تضاد بیانی کر رہے ہیں، عارفی صاحب انہیں تو کچھ نہیں کہتے اور جنہوں نے اس تضاد بیانی کو ظاہر کر دیا، انہیں تناقض و تعارض کا طعنہ دے رہے ہیں!!!

علامہ ابن حزم ایک مجلس کی تین کو ایک بھی نہیں مانتے

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے ایک مجلس اور ایک طہر کی تین طلاقوں کے وقوع کی بابت اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھا:

> "امام ابن حزم اور ایک جماعت اہلِ حدیث اور امامیہ اور اہلِ بیت کا یہ قول ہے کہ ایک طلاق بھی نہیں پڑنے کا۔ اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو تینوں طلاق پڑ جائیں گ ورنہ ایک پڑے گی۔"
>
> (تیسیر الباری:۷/۱۶۹، تاج کمپنی)

علامہ ابن حزم ظاہری ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں ان کی کتاب "المحلی" دیکھ لیں۔ اُن کا موقف ہم نے اپنی اسی کتاب میں اپنے مقام پر نقل کر دیا ہے، لہذا یہ کہنا کہ "وہ اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں میں سے ایک بھی نہیں مانتے" اُن پر غلط الزام ہے۔

علامہ صاحب کے بقول ایک جماعت اہلِ حدیث کے ہاں تین طلاقیں دینے کی صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ سوال ہے کہ اس جگہ اہلِ حدیث سے مراد اس کے حقیقی مصداق محدثین ہیں یا انگریز سے اہلِ حدیث نام الاٹ کرانے والا غیر مقلد فرقہ ؟ بہر حال اس کا مصداق جو بھی ہوں، اس میں کون کون علماء و مصنفین شامل ہیں ؟ چند کے نام پیش کئے جائیں۔ پھر یہ بھی وضاحت مطلوب ہے کہ تمہارے نزدیک اس جماعت

اہلِ حدیث کی رائے تینوں طلاقوں کے کالعدم ہونے کی حدیثوں کے موافق ہے یا مخالف؟

اسی طرح اُن اہلِ بیت کے افراد بھی نامزد کرنے چاہئیں جو علامہ صاحب کے بقول تین طلاقیں دینے کی صورت میں کسی ایک کو بھی واقع نہیں مانتے۔ غیر مقلدین کی طرف سے کبھی دعوی کیا جاتا ہے کہ اہلِ بیت تین کو ایک مانتے ہیں، اور یہاں کہا گیا کہ وہ ایک بھی نہیں مانتے۔

اہلِ حدیث ابو داود کی حدیث رکانہ سے استدلال نہیں کرتے

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث حضرات ابو داود کی ضعیف روایت سے قطعاً استدلال نہیں کرتے بلکہ جس حدیث رکانہ سے اہلِ حدیث استدلال کرتے ہیں وہ ابو داود میں مذکور ہی نہیں بلکہ مسند احمد میں ہے۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۴۵)

حالاں کہ غیر مقلدین ابو داود کی مذکور حدیث رکانہ سے استدلال کیا کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے خواجہ محمد قاسم کی کتاب (تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۵۷)

مولانا عبد الغفور (خطیب جامع مسجد مبارک سرگودھا) لکھتے ہیں:

"وہ ذخیرہ حدیث جن میں مسلک اہلِ حدیث کی تائید میں احادیث موجود ہیں... ابو داد ، مشکوۃ، بلوغ المرام... وغیرہم۔" (البیان المحکم صفحہ ۹۶)

تنبیہ: رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے مصنف عبد الرزاق کی روایت نقل کر کے لکھا:

"مندرجہ بالا تحریر میں "بعض بن رافع" والی جو مرفوع حدیث ہم نے پیش کی ہے اس کی سند میں امام بن جریج وابن عباس وابن عباس کے مابین دو رواۃ کا واسطہ ہے بعض بنی ابی رافع اور عکرمہ۔ ابن جریج و عکرمہ کا ثقہ و معتبر ہونا واضح حقیقت ہے لیکن ان دونوں کے درمیانی راوی "بعض بنی ابی رافع" کا نام نہیں بتلایا گیا ہے یعنی کہ موصوف مجہول ہیں اور اس طبقے کے مجہول راوی کی متابعت اگر قوی الاسناد روایت ہو جائے تو وہ معتبر ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۱۵)

ندوی صاحب بعض بنی ابی رافع کی روایت کو اپنی کتاب میں لائے ہیں اور اس پر وارد ہونے پر اعتراض کے رفع کرنے کی بزعمِ خود کوشش بھی کی اگرچہ اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے اس لئے کہ وہ جس روایت کو قوی الاسناد قرار دے کر کمزور کو تقویت دے رہے، وہ روایت بذاتِ خود ضعیف ہے، جیساکہ ''باب: ۱۲، غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل ''میں باحوالہ بحث سے آپ جان سکتے ہیں۔ ابو داود کی سند میں بھی یہی ''بعض بنی ابی رافع'' ہے۔

مولانا ابوبلال جھنگوی صاحب پر غلط الزام

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد ''محدث روپڑی پر ایک الزام ''عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

> ''جھنگوی نے یہ الزام دیا ہے کہ: ایک مجلس کی تین طلاق میں ہم اہلِ حدیث بخاری وغیرہ کے خلاف ہیں۔'' (فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۷) جواب = فتاویٰ اہلِ حدیث کے محولہ صفحہ سے بسیار تلاش کے باوجود بھی نہیں ملا۔''
>
> (تحفۂ احناف صفحہ ۳۵۴)

حالاں کہ روپڑی صاحب کی مذکورہ عبارت محولہ صفحہ پر موجود ہے۔ دیکھئے فتاوی اہلِ حدیث، کتاب الایمان مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا۔ مگر عارفی صاحب کو بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملا عجیب!!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

> ''اگر کوئی شخص جلد بازی میں اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے تو نبی علیہ السلام نے بھی اسے ایک طلاق رجعی قرار دیا ہے۔ شوہر کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔ (مسلم باب طلاق الثلاث)''
>
> (البیان المحکم صفحہ ۱۹)

صحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث نہیں، جس میں یہ مضمون ہو کہ اکٹھی تین طلاق دینے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قرار دیا ہو۔ جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ مولانا شرف الدین دہلوی کے اعتراف کے مطابق مرفوع نہیں یعنی حدیث نبوی نہیں، بلکہ بعض صحابہ کا فعل ہے۔ مزید یہ کہ اس میں مجلس واحد کے الفاظ بھی

نہیں۔ مولانا دہلوی صاحب کے الفاظ اگلے عنوان کے تحت (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹) سے منقول ہیں۔

حدیث مسلم کی طرف اکٹھی تین طلاقوں کو منسوب کرنا...؟

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"مسلم کی مرفوع صحیح حدیث کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھی تین طلاق کو ایک قرار دیا تو اس کو تسلیم کیا جائے گا۔"

(البیان المحکم صفحہ ۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھی تین طلاق کو ایک قرار دیا ہو، صحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث نہیں۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"مسلم کی صحیح حدیث کے مقابلے میں ایسی کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس واحد کی تین طلاق کو تین قرار دیا ہو۔"

(البیان المحکم صفحہ ۹۵)

سرگودھوی صاحب تاثر دے رہے ہیں کہ حدیثِ مسلم صریح مرفوع ہے اور اس میں مجلس واحد کی بات ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو صریح ہو، مرفوع ہو، اور اس میں مجلس واحد کی قید ہو۔

عرض ہے کہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی محولہ بالا مذکورہ روایت کی بابت لکھا:

"ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکور مرفوع نہیں، یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جس کو نسخ کا علم نہ تھا۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

بخاری کی طرف منسوب غلط حوالہ

حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالوں میں یک بارگی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ (بخاری)“

(اختلاف امت کا المیہ صفحہ ۸۵، بحوالہ مجلہ پیغام حق فیصل آباد، جون ۲۰۱۴ء صفحہ ۲۳)

حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے روایت ابن عباس ”کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ...“ لکھ کر حوالہ ”صحیح بخاری“ دیا ہے۔

(سبیل الرسول صفحہ ۲۶۸)

دونوں حکیموں کا اِس حدیث کو بخاری کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ غیر مقلدین سے مطالبہ کیا گیا کہ اس حدیث کو بخاری سے دکھائیں۔ (تحفہ اہلِ حدیث صفحہ ۳۷)

مگر کیسے دکھاتے ؟ بخاری میں ہوتی تو پیش کرتے، اس لئے انہیں مجبوراً ماننا پڑا کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ چنانچہ مولانا داود ارشد غیر مقلد نے لکھا:

”یہ روایت بخاری میں نہیں۔“

(حاشیہ سبیل الرسول صفحہ ۱۸۳)

اسی طرح غیر مقلدین کے ”استاذ الاساتذہ“ مولانا عبد الغفار محمدی نے کہا:

”واقعی یہ روایت بخاری شریف میں نہیں ہے۔“

(۳۵۰ سوالات صفحہ ۵۷۴)

ایسی کوئی طلاق نہیں جس سے جدائی واقع ہو جائے

مولانا امین محمدی غیر مقلد کہتے ہیں:

”شریعت نے طلاق کے معاملہ میں ایسی کوئی صورت نہیں رکھی کہ پہلی مرتبہ میں میاں بیوی میں جدائی ہو جائے۔ انسان غلطی کر بیٹھتا ہے اور جب جذبات ٹھنڈے ہوتے ہیں تو اس کو غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔“

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۲۲)

محمدی صاحب کا شریعت کی طرف اپنی مذکورہ بات منسوب کرنا غلط ہے کیوں کہ طلاق کی بعض صورتیں خود غیر مقلدین کے ہاں بھی ایسی ہیں جن میں رجوع نہیں ہوتا۔

مولانا سید عبد الحفیظ لکھتے ہیں:

”جب طلاق قبل خلوتِ صحیحہ کے دی جائے تو عدت نہیں ہوتی پس بکر کا نکاح صحیح ہوا۔“

(فتاویٰ نذیریہ: ۲۱/۳)

اس فتوے پہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی تصدیق ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”باقی الفاظ جیسے فراقا ، تسریح ، خلیہ ، بریہ وغیرہ ان سے طلاق جب ہی پڑے گا کہ خاوند کی نیت طلاق کی ہو کیوں کہ ان الفاظ کے معنی سوا طلاق کے اور بھی آئے ہیں .... غیر مدخولہ عورت ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے، دوسرے طلاق کا محل نہیں رہتی۔“

(تیسیر الباری: ۱۷۴/۷، تاج کمپنی)

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شریعت اسلامیہ میں جس عورت کو طلاق بتہ مل گئی ہو، اس کے لیے حکم ہے کہ اس کے بعد وہ پہلے خاوند سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح نہ کرلے اور اس کے پاس ہی نہ رہے، پھر اگر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ بھی طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۹)

تارڑ صاحب مزید لکھتے ہیں:

”تین صورتوں میں رجوع کی اجازت نہیں ہے۔ وہ عورت جسے تیسری مرتبہ طلاق دی جا چکی ہو... وہ عورت جس نے از خود طلاق (بصورت خلع) حاصل کی ہو... وہ عورت جسے قبل از صحبت طلاق دی جائے۔“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۵۸)

محمد اقبال کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"خلع میں صرف ایک طلاق سے میاں بیوی میں مکمل علیحدگی واقع ہو جاتی ہے۔"

(کتاب الطلاق صفحہ ۸۲)

الگ الگ طہروں میں طلاقیں دینا بھی کتاب اللہ کے ساتھ مذاق!؟

مولانا امین محمدی غیر مقلد کہتے ہیں:

"بعض لوگ ہر طہر میں الگ الگ طلاق کے قائل ہیں حقیقت میں یہ بھی کتاب اللہ کے ساتھ مذاق ہے۔"

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۵۸)

محمدی صاحب کا یہ دعوی بھی غلط ہے۔ حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے "طلاق سنت کا بیان" اس کے تحت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی وضاحت نقل کی ہے کہ طلاق سنت حالت طہر میں ہم بستری کئے بغیر طلاق دینا ہے، پھر حیض کے بعد طہر میں طلاق دے، پھر اس طرح آئندہ حیض کے بعد طہر میں طلاق دے۔ [نسائی، الطلاق: ۳۴۲۳] اس میں پہلی طلاق کے بعد رجوع یا نکاح جدید کی شرط کو بیان نہیں کیا۔ ایسی شرائط محض تکلف ہیں کیوں کہ دوران عدت وہ عورت اس کی بیوی رہتی ہے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، وہ عورت دوران عدت بھی طلاق کا محل ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/۳۰۹)

حدیث نبوی کی طرف غلط انتساب

مولانا امین محمدی غیر مقلد نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا والے قصہ پر بحث کرتے ہوئے کہا:

"حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں تو خرچہ نہ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے گئی، تو آپ نے بھی فرمایا کہ تیرا خرچہ

اس کے ذمہ نہیں ہے...“

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۴۶)

حضرت مولانا حافظ عبد القدوس دام ظلہ اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حیرانگی کی بات ہے کہ کس قدر دیدہ و دلیری کے ساتھ جناب امین محمدی صاحب نے کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسری طلاق کے بعد خاوند کے ذمہ خرچ نہیں۔ ہماری گذارش ہے کہ نسائی شریف کا جو حوالہ محمدی صاحب نے دیا ہے صرف اسی میں نہیں بلکہ ذخیر احادیث میں سے کسی حدیث میں یہ الفاظ ثابت کر دیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسری طلاق کے بعد خاوند کے ذمہ خرچ نہیں تو ہم محمدی صاحب کو غلط بیانی کرنے والا نہیں کہیں گے اور اگر ثابت نہ کر سکیں اور یقیناً نہ کر سکیں گے تو پھر مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (الحدیث) کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کی حضور علیہ السلام کی جانب نسبت کرنے کی وجہ سے سرعام معافی مانگیں۔“

(جوابِ مقالہ صفحہ ۱۴۷)

حالتِ حیض میں طلاق کے واقع نہ ہونے کی نسبت کو نص قرار دینے کی غلطی

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہم کہتے ہیں کہ نصوص کتاب و سنت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بحالت حیض عورت کو دی ہوئی طلاق نہیں پڑتی اسی کو عام اہلِ حدیث اہلِ علم کی طرح روضہ ندیہ کے مصنف نے بھی اختیار کیا ہے۔ اس کی مفصل بحث ہماری مبسوط کتاب تنویر الآفاق میں ہے، اس کا مطالعہ کر کے ناظرین کرام تشفی حاصل کریں۔“

(ضمیر کا بحران صفحہ ۳۴۹، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس، اشاعت: جنوری ر ۱۹۹۷ء)

ندوی صاحب نے دعویٰ کیا کہ کتاب و سنت کے نصوص میں حائضہ کی طلاق کا واقع نہ ہونا مذکور ہے۔ عرض ہے کہ قرآن میں ایسی کوئی نص موجود نہیں، اگر ہے تو پیش کریں۔ اور حدیثوں میں تو اس کے برعکس

مسئلہ بیان ہوا کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ خود غیر مقلدین کی اکثریت نے تسلیم کیا کہ از روئے احادیث طلاق الحائض کا واقع ہونا ہی صحیح موقف ہے۔ حوالہ جات ہم نے اپنی اسی کتاب کے باب... طلاق بدعی کا وقوع میں نقل کر دیئے ہیں۔

مسئلہ تین طلاق میں فقہی اختلاف ہے

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فقہی اختلافات کی بناء پر ایک آدمی کنفیوز ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی اکاؤنٹ ہوتی ہیں یا ایک۔"

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۱)

فقہی اختلاف کو "کنفیوز" کا سبب قرار دینا غلط ہے، کیوں کہ چاروں فقہی مذاہب تین کے تین ہونے پر متفق ہیں۔ بلکہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کی تصریح کے مطابق سات صدیوں تک تین کے تین ہونے پر اتفاق رہا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

حدیث مسلم کو کسی نے مضطرب نہیں کہا

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ دعویٰ بھی بالکل بودا ہے کہ حدیث صحیح مسلم مضطرب ہے! کیوں کہ یہ بات کسی بھی اہلِ علم نے ذکر نہیں کی۔"

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۵۶)

تارڑ صاحب کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس میں اضطراب بھی بتایا، تفصیل شرح صحیح مسلم نووی، فتح الباری وغیرہ مطولات میں ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

نسائی اور سنن الکبری کی طرف منسوب غلط حوالہ

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد نے ”ایک ساتھ تین طلاقوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کرا دیا“عنوان قائم کر کے لکھا:

”اسی لئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا ہوا کہ کسی نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو آپ سخت تر غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور غصے سے فرمانے لگے: ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم (نسائی) کیا میری موجودگی میں خدا کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جانے لگا؟ اس قدر غصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ ایک صحابی مجمع میں سے تڑپ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اقتلہ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں!!! پھر اسے حکم دیا کہ جا رجوع کر لے، اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں معلوم ہے تین دے چکا، رجوع کر لے۔ فانما تلک واحدۃ ایسی تین ایک ہی ہیں... اے دیوبند والو! ہمت ہے تو اس کے مقابلے کی کوئی حدیث پیش کرو کہ جس میں ہو کہ ایسی ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقیں تین ہو جاتی ہیں۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۲۹،۳۰...ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

رجوع کرانے کی بات پر حاشیہ میں یہ حوالہ دیا گیا ہے۔

”نسائی ج ۲ صفحہ ۸۲ عن محمود بن لبید: باب الثلاث المجموعة و مافیه من التغلیظ ،کتاب سنن الکبری للنسائی صفحہ ۳۳۹باب طلاق الثلاث المجموعة وما فیه من التغلیظ“

حالاں کہ رجوع کرا دینے کی بات نہ نسائی میں ہے اور نہ ہی سنن الکبری میں۔ مناسب ہو گا کہ جوناگڑھی صاحب کی تردید میں ہم خود اُن کے ہم مسلک مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد کی تحریر پیش کر دیں۔ انہوں نے حدیث محمود بن لبید (نسائی) کے تحت لکھا:

"یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ دفعۃً تین طلاق دینا حرام ہے۔ اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجوع کی اجازت دی یا نہیں؟ اِس حدیث سے طلاق کے بارے میں مختلف مذاہب میں سے کسی کی تائید نہیں ہوتی۔"

(اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/ ۲۰۰، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں رجوع کی کوئی بات نہیں۔ البتہ یہ کہنا کہ "اِس حدیث سے طلاق کے بارے میں مختلف مذاہب میں سے کسی کی تائید نہیں ہوتی۔" محل تامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پتہ چلتا ہے کہ ایسی طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، ورنہ اگر ایک مجلس کی تین طلاقوں میں رجوع کی گنجائش ہوتی تو آپ ناراض نہ ہوتے۔

طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق نہیں

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے طلاقِ ثلاثہ پر بات کرتے ہوئے لکھا:

"ائمہ اربعہ کا بھی اتفاق نہیں ہے۔"

(تنقیدِ سدید صفحہ ۲۷۲)

راشدی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اجماع اربعہ کا دعوی بھی غلط ہے۔"

(تنقید سدید صفحہ ۳۱۰)

راشدی صاحب کا مذکورہ دعویٰ غلط ہے۔ ہم مستقل باب قائم کر کے ائمہ اربعہ کا مسلک خود غیر مقلدین کی زبانی نقل کر چکے ہیں کہ وہ تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔ یہاں بھی ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے ائمہ اربعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

"بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن میں ان چاروں نے ایک ہی طرح کا فتوی دیا ہے ...
طلاق ثلاثہ کا مسئلہ ان ہی میں سے ایک ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۵۹۹،۵۹۸، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

حدیث مسلم پر بیسیوں اعتراضات اور بیسیوں تاویلات کا الزام

مولانا عبد القادر حصاری غیر مقلد نے صحیح مسلم میں واقع مسئلہ تین طلاق کی روایت ابن عباس کے متعلق لکھا:

"ہمارے مخالفین اس پر بیسیوں اعتراضات کرتے ہیں اور بیسیوں تاویلیں کرتے ہیں جو سب مردود اور باطل ہیں۔"

(فتاویٰ حصاریہ: ۶/۳۴۶)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث پر روایۃ اور درایۃ بحث کرنے والے محدثین ہیں اور محدثین سے عقیدت کا دعوی تو غیر مقلدین کو بھی ہے بلکہ وہ انہیں اپنا ہم مذہب غیر مقلد و اہلِ حدیث کہا کرتے ہیں۔ لہذا حصاری صاحب کے الزام کی زَد میں وہ محدثین آتے ہیں جنہیں غیر مقلدین اپنا ہم مذہب غیر مقلد کہا کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ حصاری صاحب کے بقول اس حدیث پر بیسیوں اعتراضات کئے گئے اور بیسیوں تاویلیں بھی کی گئیں۔ حصاری صاحب کے عقیدت مندوں / غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ اس دعویٰ کا ثبوت پیش کریں۔ ہماری معلومات کے مطابق حصاری صاحب کا مذکورہ دعویٰ غلط ہے۔ نہ تو اس حدیث پر بیسیوں اعتراضات کئے گئے اور نہ ہی بیسیوں تاویلیں۔

تیسری بات بھی ہم عرض کر دیں کہ اس حدیث کے قریباً ایک درجن جواب غیر مقلدین کے بیہقی وقت مولانا شرف الدین دہلوی نے فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم میں دیئے ہیں تو ان کی بابت کیا کہیں گے ؟ کیا انہوں نے بھی اس حدیث کو مخالف سمجھ کر اس پہ اعتراضات کیے اور تاویلوں کی بوچھاڑ بھی ؟؟

اکٹھی تین طلاقیں دینا کسی کے نزدیک جائز نہیں کا غلط دعویٰ

غیر مقلدین کی طرف سے شائع کردہ مؤطا مالک مترجم میں لکھا ہے:

"اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد طلاقیں دینا حرام ہے۔"

(المؤطا: ۲/۴۵۷، ترجمہ و تخریج و شرح حافظ ابوسمیعہ محمود تبسم حفظہ اللہ، تحقیقی افادات: علامہ ناصر الدین البانی، ڈاکٹر سلیم الہلالی، احمد علی سلیمان المصری، نظر ثانی: حافظ عبد اللہ رفیق و

حافظ حامد محمود الخضری، تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ، اسلامی اکادمی ۱۷۔الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور)

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۸، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"تمام مکاتبِ فکر متفق ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ناجائز ہے، لیکن عوام جہالت کی وجہ سے غصے میں اسلام کی اس اہم ہدایت کی پروا نہیں کرتے اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۴۲، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

شیخ صلاح الدین وغیرہ کا یہ دعوی غلط ہے کہ کسی فقہی مذہب میں اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بیک وقت تین طلاقوں کا جمع کرنا ہمارے (شوافع) کے نزدیک حرام نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ تفریق کر کے دینی چاہئیں۔ اور احمد اور ابو ثور بھی اسی کے قائل ہیں۔"

(شرح مسلم: ۲/۴۷۶)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث کا ایک مفہوم بقول امام شافعی یہ ہے کہ بیک وقت طلاق ثلاثہ دینی ممنوع و محظور نہیں بلکہ بلا کراہت مباح و حلال ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۸۸)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بقول امام شافعیؒ اس حدیث کا ایک مفہوم مخالف یہ بھی ہے کہ ایک دم تین طلاقیں دینا بلا کراہت مباح و حلال ہیں۔"

(دین الحق صفحہ ۷۰۰، ناشر: مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر/۲۰۰۱ء)

شیخ یحی عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام شافعی کے نزدیک یک بارگی تین طلاقیں دینا سنت ہے۔ ان کے ہاں مدخولہ و غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں۔ یعنی شافعیہ کا موقف عام ہے، اسی طرح ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کا موقف بھی عام ہے۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۸۵)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب کے پیشِ نظر ان کا موقف بھی امام شافعی رحمہ اللہ جیسا ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا جائز ہے۔“

(احکام طلاق صفحہ ۲۴۶)

جمہور کی طرف تین کے وقوع کی نسبت کو غلط قرار دینے کی جسارت

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس کو جمہور فقہاء کا متفقہ فیصلہ بتلانا ہی غلط ہے ... در اَصل اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے یوں ہی اس کو ”جمہور کی رائے“ کہہ دیا جاتا ہے، یا اجماع کا دعوی کر دیا جاتا ہے۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۴۹، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

علامہ بد الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی البعلی (المتوفی: ۷۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں جو بیوی کو ہم بستری سے پہلے دی جائیں یا بعد کو دی جائیں دونوں صورتوں کا حکم ائمہ دینؒ کے نزدیک ایک ہی ہے وہ یہ کہ وہ بیوی اس خاوند پر حرام ہو جاتی ہے وھو قول اکثر العلماء اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

(مختصر فتاویٰ المصریۃ صفحہ ۲۳۶، بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۵)

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن ابراہیم اللخمی المشطی نے ”کتاب الوثائق الکبیر“ تصنیف فرمائی اور اس جیسی کتاب اس باب میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب میں موصوف لکھتے ہیں:

الجمهور من العلماء على انه يلزمه الثلاث وبه القضاء وعليه الفتوى وهو الحق الذى لا شك فيه ۔(اغاثۃ اللهفان جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

ترجمہ: جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اس پر لازم ہیں یہی فیصلہ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

علامہ امیر یمانی محمد بن اسماعیل (المتوفی:۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

"فقہاء اربعہ اور جمہور سلف وخلف کا یہی مسلک ہے۔"

(سبل السلام:۳/ ۲۱۴، بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۷)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے اسلام کا یہی مذہب ہے کہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔"

(عون المعبود صفحہ ۲۲۹، بحوالہ عمدۃ الآثاث صفحہ ۳۷)

ہماری اسی کتاب میں کئی غیر مقلدین کے حوالے مذکور ہیں کہ تین کو تین ماننے والے جمہور ہیں بلکہ متعدد غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ کو اجماعی بھی تسلیم کیا۔ ہماری اس کتاب کا باب... دیکھئے۔

مسئلہ تین طلاق کی بابت زبیر علی زئی کی طرف سکوت کی غلط نسبت

ابو عمر سوہدری غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے متعلق لکھا:

"شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھے دن کی قربانی ثابت نہیں۔ اسی طرح آپ رحمہ اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے مسئلے پر سکوت اختیار کرتے۔"

(ماہنامہ اشاعت الحدیث حضرو خصوصی اشاعت حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۵۰۹)

مسئلہ تین طلاق میں زبیر علی زئی کا یہی موقف ہے کہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ باب نمبر:۱۰ میں باحوالہ مذکور ہے۔ وہاں جز علی بن محمد الحمیری صفحہ ۳۷ کے حاشیہ سے علی زئی صاحب کی عبارت منقول ہے کہ تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور کتاب وسنت میں اس اجماع کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی کا موقف تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”بعض وہ لوگ جو تقلید سے تائب ہو گئے، وہ بھی اس مسئلے میں تقلیدی اثرات سے پوری طرح پاک نہیں ہو سکے۔ چنانچہ حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ جو پہلے حنفی تھے، بعد میں اہلِ حدیث ہوئے۔ مگر اس مسئلے میں اپنے سابقہ موقف پر قائم رہے، بلکہ ایک مقام پر لکھ بھی دیا۔“

(احکام طلاق صفحہ ۲۴۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

پھر سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی کی عبارت ”جزء علی بن محمد الحمیری صفحہ ۸، حاشیہ: ۴۳“ سے نقل کر کے یوں ترجمہ کیا:

”اسی مفہوم (یعنی بیک زبان تین طلاقیں دینے سے تین طلاقوں کے وقوع کا) فتوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور طلاقِ ثلاثہ کو واقع ماننے میں ان کا کوئی مخالف نہیں ملتا، لہذا یہ اجماعی بات ہے اور کتاب و سنت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اِس کے خلاف ہو۔“

(احکام طلاق صفحہ ۲۴۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

قوسین کے الفاظ بھی سنابلی کے ہیں۔

(جاری)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

ہم خود کو "دیوبندی" کیوں کہتے ہیں؟

اکثر ساتھی پوچھتے ہیں کہ دیوبندی نسبت استعمال کرنے پر بعض سیفی طبیعت کے حضرات ہمارے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ دیوبند کی تاریخ دو سو سال سے زیادہ نہیں اور نہ ہی دیوبند ہمارے لئے کوئی معیارِ محبت ہے، کیونکہ مماتی، فکری حتّٰی کہ بعض مودودی حضرات بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں، حالانکہ دیوبندی اکابر نے ان جماعتوں کے خلاف باقاعدہ کتب لکھی ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ ہم اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت یا حنفی کہہ لیں، دیوبندی نسبت استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جواب:

جواب میں ہم تین مباحث کو ذکر کریں گے!

مبحث اول: دیوبندیت کی مختصر تعارف

مبحث دوم: دیوبند بریلی وغیرہ کی آج کل کون سی حیثیت غالب ہے؟ علاقائی یامسلکی۔

مبحث سوم: ایک اہم اعتراض کا تحقیقی جواب

بحث اول:

دیکھئے: دیوبندیت کوئی مستقل مسلک یا مکتبِ فکر نہیں ہے بلکہ اہل السنت والجماعت کے مسلک کا دوسرا نام دیوبند ہے۔ کیوں کہ جب اہل السنت والجماعت کی طرف منسوب بعض علماء نے ایسے غلط اعمال وعقائد کی نشر و اشاعت شروع کی جس کی وجہ سے اہل السنت والجماعت کا اصل مسلک مشتبہ ہونے لگا تھا، تب اکابرین علمائے دیوبند نے باقاعدہ تحریک اور مشن کے طور پر قرآن و سنت سے ماخوذ اہل السنت والجماعت کے اُصول کی روشنی میں اُن غلط عقائد واعمال کی تردید فرمائی اور اہل السنت والجماعت کے مسلک کا احیاء فرما کر بدعات ورسومات کا قلع قمع فرمایا، اِس لئے اہل السنت کے مسلک کا دوسرا نام دیوبندیت پڑ گیا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: حکیم الاسلام مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج")

اسی طرح مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ دیوبندیت کی تعریف میں چار خصوصیات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مرکوز کی اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور سید احمد شہید رحمہ اللہ کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے۔ دوسری خصوصیت اتباعِ سنت کا جذبہ اور فکر ہے۔ تیسری خصوصیت تعلق مع اللہ فکر اور ذکر اور ایمان و احتساب کا جذبہ ہے۔ چوتھا عنصر اعلاءِ کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش اور دینی حمیت و غیرت۔ یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص ہے، فضلائے دار العلوم دیوبند کا یہی شعار رہا ہے اور وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔"

(ماخوذ از کاروانِ زندگی)

یعنی دیوبندیت چار چیزوں کا خلاصہ ہے۔

- توحید و سنت کا پرچار
- اتباع سنت کا جذبہ و فکر
- تعلق مع اللہ یعنی تصوف
- اعلاءِ کلمۃ اللہ کا جذبہ یعنی جہاد و قتال

مبحث دوم:

اِس میں کوئی شک نہیں کہ دیوبند بریلی اور قادیان وغیرہ ہندوستان کے قصبوں کے نام ہیں لیکن جب انگریز نے ہندوستان کی زمین کو زیر غمال بنایا اور بعض جماعتوں کے سرکردہ لیڈر حضرات کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا بطورِ دینی پیشوا کے اُن سے دین کے نام پر طرح طرح کے فتوے صادر کر دئے تب سے یہ دیوبندی بریلوی وغیرہ ہمارے ہاں برصغیر اور افغانستان میں ایک مسلک کی حیثیت سے متعارف ہونے لگے، تو اب اگر کوئی کہے کہ میں بریلوی ہوں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص بریلوی نظریات کا حامل ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ

شخص ہندوستان کے بریل کا رہنے والا ہے۔ لہٰذا یہاں برصغیر اور افغانستان میں یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے مسلکی حیثیت کو واضح کریں صرف حنفی کا لاحقہ لگانے سے آپ کی جان نہیں چھوٹے گی کیونکہ بریلوی بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، مودودی فرقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی حنفی کہلاتے ہیں۔

اسی طرح اہل السنت کہلانے سے بھی آپ کی جان نہیں چھوٹے گی کیوں کہ غیر مقلدین بھی اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت کہتے ہیں اور بریلوی حضرات نے تو اہل السنت والجماعت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے، لہٰذا جس معاشرے اور ماحول میں ہم رہتے ہیں یہاں مسلکی حیثیت کو واضح کرنا پڑے گا۔ ویسے بھی اپنے عوام کو اہل الزیغ بدعقیدہ قسم کے فرقوں سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ علی الاعلان اُنہیں اپنے مسلک اور اکابرین کا تعارف کروائیں۔

اگر آپ اپنے معتقدین اور عوام سے کہے کہ دیوبند بعد کی پیداوار ہے اپنے آپ کو دیوبندی نہ کہو حنفی کہو، تو جناب عالی! بریلوی بھی حنفی کہلاتے ہیں کل کو آپ کے معتقدین میں سے کوئی صحیح العقیدہ بندہ بریلوی نظریات کو قبول کرکے بھی اپنے آپ کو حنفی کہے گا، اب یہ نقصان اِس لئے پیش آیا کہ آپ نے اپنے مسلک کا تعارف نہیں کروایا تھا۔

عرب ممالک میں دیوبندی بریلوی کہلانا ضروری نہیں کیونکہ وہاں پہ ہمارے برصغیر اور افغانستان جیسا ماحول نہیں ہے البتہ وہاں بھی اپنے آپ کو صرف اہل السنت والجماعت کہنا کافی نہیں کیونکہ عرب ممالک میں غیر مقلدین رہتے ہیں لہٰذا وہاں پہچان کی خاطر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہلانا ضروریات میں سے ہیں تاکہ غیر مقلدین سے تمیز آجائیں۔

مبحث سوم:

ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ مماتی اور ان کے علاوہ اور بھی مختلف بدعقیدہ قسم کے لوگ اپنی نسبت دیوبند کی طرف کرتے ہیں، اب اگر ہم بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہلوائیں تو ہمارے اور ان کے درمیان فرق کیا رہا؟ لہٰذا کیوں نہ ہم اپنی نسبت اہلسنت یا احناف کی طرف ہی کرلیں تاکہ دیوبندی اور بریلوی جیسے متنازع نسبتوں سے جان ہی چھوٹ جائیں۔

جواب: دو شقوں پر مشتمل ہیں۔

اوّلاً۔ دیکھئے! مماتی حضرات بیچارے تو بر ملا کہتے ہیں کہ "دیوبند کی تصویر پیچ پیر پیچ پیر" تو اب مسئلہ ہی صاف ہو گیا کیونکہ تصویر عینِ ذات یعنی عین شی نہیں ہوتی بلکہ اُسکی فوٹو کاپی ہوتی ہے پتہ چلا کہ مماتی اصل دیوبندی نہیں صرف لوگوں کو ورغلانے کی خاطر نسبت دیوبند کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ویسے بھی اکابرینِ دیوبند اپنی کتب میں اِن سے براءت کا اعلان کر چکے ہیں، لہٰذا مماتی حضرات کی نسبت دیوبند کی طرف کرنا یا اِنہیں دیوبندی سمجھنا صریح ناانصافی ہے۔

ثانیاً: اگر مماتی حضرات کی وجہ سے آپ دیوبندی نسبت سے کتراتے ہو، تو جناب من! گمراہ لوگ تو اہلسنت کی طرف بھی نسبت کرتے ہیں تو کیا کل کو آپ کہو گے کہ میں اہلسنت نہیں بس سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں!

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَقَدْ قَالَتْ فِرْقَةٌ مُنْتَسِبَةٌ إِلَى السُّنَّةِ إِنَّهُ تَعَالَى يَنْزِلُ بِذَاتِهِ وَهٰذَا قَوْلٌ مَهْجُوْرٌ لِأَنَّهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْحَرَكَاتِ وَلَا فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ عَلَامَاتِ الْمَخْلُوْقَاتِ."

(الاستذکار ص۱۵۳ جلد ۸)

مذکورہ عبارت کی تحقیق میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ وہ آج کا موضوع نہیں لیکن اتنا یاد رکھیں کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کے زمانے میں مجسمہ حضرات بھی اپنے آپ کو اہل السنت کہا کرتے تھے، کیا اب کوئی یوں کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ میں اہلسنت نہیں ہوں کیونکہ یہ ماضی میں متنازع نسبت رہی ہے ہر گز نہیں، تو جب بد عقیدہ مجسمہ فرقے کی اہلسنت کی طرف نسبت کرنے کے باوجود آپ علی الاعلان کہتے ہو کہ میں اہلسنت ہوں تو آخر دیوبندی کہلانے میں شرماتے کیوں ہو؟ بلکہ ہم تو بر ملا کہیں گے کہ ہم دیوبندی تھے، ہیں اور رہیں گے۔

اگر کوئی کہے گا کہ میں دیوبندی نہیں بلکہ حنفی ہوں کیونکہ دیوبندی نسبت بد عقیدہ قسم کے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ حنفی نسبت ایک اتفاقی اور صحیح نسبت ہیں. جواب میں ہم کہیں گے کہ ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ بعض معتزلہ حضرات بھی اپنے آپکو احناف اور شوافع کہتے تھے اسی طرح بعض مجسمہ حضرات اپنے آپ کو حنابلہ کہتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهؤُلَاءِ الْحَنَفِيّةِ وَالشَّافِعِيّةِ وَالمَالِكِيّةِ وَفُضُلَاءِ الْحَنَابِلَةِ وَلِلّهِ الْحَمْدُ فِى الْعَقَائِدِ يَدٌ وَاحِدَةٌ كُلُّهُمْ عَلى رَأْى اهْلِ السُنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يَدِيْنُوْنَ اللهَ بطريق الشيخ ابى الحسن الاشعرى لَا يَحِيْدُ عَنْهَا الَّا رُعَاءٌ مِن الحَنَفِيّةِ وَالشَّافِعِيّةِ لحقُوْا باهلِ الاعتزَال وَرُعَاءٌ مِنَ الْحَنَابِلَةِ لحَقُوْا باهل التجيسيم۔

(مَعِيدُ النِّعَمْ وَمُبِيدُ النِّقَمْ ص ۶۲)

پتہ چلا کہ بدعقیدہ قسم کے لوگ تو حنفی نسبت بھی استعمال کر چکے ہیں کیا فقہ حنفی کا کوئی مقلد کہہ سکتا ہے کہ آج سے میں اپنے آپ کو حنفی نہیں کہتا، ہرگز نہیں۔ تو جب بدعقیدہ اشخاص کا کسی حنفی مذہب کی طرف نسبت کرنے سے حنفی جماعت خراب نہیں ہوتی بالکل اِسی طرح بعض بدعقیدہ لوگوں کا دیوبند کی طرف نسبت کرنے سے دیوبندی نسبت قابلِ ترک نہیں ہوتی۔ لہٰذا اعتراض سو فیصد غلط ہے۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دیوبندی نسبت کی لاج رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین

مفتی محمد افضال صاحب حفظہ اللہ، نظر ثانی واضافات مفتی محمد زبیر الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ (قسط:۴)

بولتے حقائق

اشاعت والوں کے نزدیک حیات النبی ﷺ کی معنی

اشاعتی حضرات کے نزدیک حیات النبی ﷺ کا معنی ملاحظہ ہو

ندائے حق میں ہے:

"حیوۃ النبی مشہور بین الجمہور ہے پس معنی حیات کا جسم کا نہ گلنا سڑنا۔"

(۱/۱۶۷، ط: اشاعت اسلام)

جناب مفتی صاحب نے اشاعتی حضرات کو اہل سنت سے ملانے کی کوشش کی ہے لیکن چوہا نکالے بغیر کنواں پاک کہاں ہو سکتا ہے، انھوں نے حیات اور سماع کے انکار پر ہزاروں صفحات تحریر کئے، کس کس بات پر پردہ ڈالا جائے گا، چنانچہ اشاعتی مصنفین نے ان روایات کا جن سے سماع اور حیات ثابت ہوتی ہے یا بالکل انکار کر دیا، یا تاویل باطل کی، اگر قائل ہوتے تو روایات کے انکار کی کیا ضرورت تھی، نیلوی صاحب نے تو "من صلی علی عند قبری " والی روایت کے انکار پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اسکو منکر اور قران کے مخالف ثابت کیا ہے، اقامۃ البرھان، ندائے حق، موت کا پیغام ان تمام کتب میں حیات اور سماع کی احادیث کو باطل اور موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مماتی مولوی شیر محمد صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے "کشف الستر" کے نام سے اسمیں سماع النبی ﷺ عند القبر والی احادیث کو رد کیا ہے۔

مسئلہ استشفاع

مدینہ طیبہ حاضری کے موقع میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضور ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا بھی ثابت ہے، اسکو استشفاع کہا جاتا ہے، تمام علمائے دیوبند اسکے قائل ہیں، چونکہ اشاعتی حضرات کے نزدیک مدینہ شریف والا روضہ قبر ہے ہی نہیں۔ اور نہ آپ علیہ السلام اس میں حیات ہیں، نہ ہی سلام وکلام سنتے ہیں۔ اشاعتی حضرات اسکے منکر ہیں، بلکہ چونکہ سماع المیت سماع من بعید ہے لہذا ممکن ہے انکے نزدیک تکفیر کی حدود میں داخل ہو۔

امام اہل سنت علامہ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"استشفاع عند القبور کو بھی (نیلوی صاحب نے) شرک کہاہے"

(المسلک المنصور۔ ص:۱۸، ط:صفدریہ)

سوانح شیخ القران میں مولانا نیلوی صاحب شیخ القران مولانا محمد طاہر صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مسئلہ حیات النبی بعد وفات النبی ﷺ، سماع عند القبر، استشفاع، توسل و وسیلہ و سماع موتی وغیرہ مسائل میں ان کا مسلک بہت راسخ تھا ان مسائل میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کے ہمنوا تھے، اور کسی کی پرواہ کیے بغیر قائلین سماع موتی کو کافر و مشرک سمجھتے تھے"

(ناشر القرآن۔ ص:۱۲۲، ط:گلستان پرنٹنگ پریس سرگودھا)

میاں محمد الیاس لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے نزدیک قبر نبوی پر حاضر ہو کر حضور ﷺ سے استغاثہ یا فریاد کرنا یا دعا کی درخواست کرنا بھی مشرکانہ فعل ہے۔"

(سوانح مولانا حسین علیؒ۔ ص:۲۰۶، ط:اشاعت اکیڈمی پشاور)

محمد ساجد سلمان اشاعتی صاحب نے اپنی کتاب موت کا پیغام میں نقل کیاہے:

اسکو پکارنا جو نہ سنتاہے اور نہ جواب دیتاہے یہ شرک ہے۔۔۔۔۔۔ ہر میت اور غائب نہ سنتاہے اور نہ اجابت کر سکتاہے۔

(ص:۵۲۲، ط: تعلیم القرآن تورڈھیر)

اس میں یہ بھی ہے:

"مخلوق کے ساتھ شفاعت طلب کرنا جو بلاوے کے مالک نہیں جیسے مردہ اور غائب اور انکی طرح پس یہ شرک اکبر ہے۔

(ص:۵۲۴، ط: تعلیم القرآن تورڈھیر)

نیلوی صاحب نے بھی نبی علیہ السلام کے روضہ کے باہر کے سلام کو سلام من بعید ثابت کیاہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

"ان پانچ پردوں سے باہر کھڑا ہونے والا شخص قبر نبوی ﷺ کے پاس کھڑا ہونے والا

نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہی کہیں گے کہ یہ شخص قبر نبی سے دور پانچ پردوں سے باہر ہٹ کر کھڑا ہے“

(ندائے حق۔ ۹۰ / ۲، ط: اشاعت اسلام)

آگے لکھا ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ الرد علی الاخنائیؒ کے ص۱۸۹ میں لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ کی قبر اطہر تک پہنچنا تو ممکن ہی نہیں۔“

(ندائے حق ۹۲ / ۲، ط: اشاعت اسلام)

اب جب روضہ اطہر کے باہر سے سلام کہنے والا بعید ہے اور اسکے سماع کا قائل سماع من بعید کا قائل ہوا۔۔۔ اور یہ تو ان کے نزدیک شرک ہے۔۔۔ حالانکہ اکابر علمائے دیوبند تو سارے روضہ اطہر کے باہر ہی سے سلام واستشفاع کے قائل ہیں اب کیا ان پر یہ صاف کفر اور شرک کا فتوی نہیں۔۔۔۔ جب اکابرین دیوبند ہی کافر اور مشرک ہیں اس فرقہ کے نزدیک تو کیا یہ دیوبندی ہونا پسند کریں گے، ہرگز نہیں، یہ صرف تقیہ کیلئے ہی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا فیصلہ اور اشاعتی حضرات کا مؤقف

بعض علماء کرام کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے ساتھ اتفاق اور صلح ہو جائے تو بہتر ہے، ان پر یہ واضح ہونا چاہئے کہ اس فریق سے کسی حال میں صلح نہیں ہو سکتی۔ بڑے بڑے حضرات نے یہ کوشش کرلی ہے چنانچہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہ کوشش کی اور بظاہر اسکی کچھ صورت بھی بن گئی، لیکن بعد میں اس صلح نامہ کے ساتھ اشاعتی حضرات کا کیا رویہ رہا؟ ملاحظہ ہو:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 1962ء میں اس تنازع کو ختم کرنے کیلئے فریقین سے ایک قدر مشترک عبارت پر دستخط لئے، اس یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

عامۂ مسلمین کو فتنۂ نزاع وجدال سے بچانے کے لیے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلے کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے، عبارت حسب ذیل ہے:

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں"

اس فیصلہ کو سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے شروع ہی سے تسلیم نہیں کیا، صرف قاضی نور محمد صاحبؒ، اور مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے اشاعتی حضرات کی جانب سے اس پر دستخط کیے، قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اس فیصلہ کے فوراً بعد ہی فوت ہو گئے جبکہ شیخ القران مولانا غلام اللہ خان صاحب اس کے بعد زندہ رہے، اور قاضی شمس الدین صاحب بھی اس مسئلہ سے متفق تھے، لیکن اشاعتی حضرات ابھی تک ان دونوں بزرگوں کو اس فیصلہ کا مصدق نہیں مانتے، ملاحظہ ہو

میاں محمد الیاس صاحب حیات شیخ القران میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

بعض علماء دیوبند صلح نامہ راولپنڈی کی عبارت سے استدلال کر کے مولانا کو سماع صلوۃ وسلام کے قائلین میں شمار کرتے ہیں جو کہ مولانا سے زیادتی اور ان حضرات کی کور باطنی ہے صلح نامہ راولپنڈی کی تحریر 8 جولائی سنہ 1962ء کی ہے، جبکہ تفسیر جواہر القرآن کی جلد اول 1963ء میں طبع ہوئی اور اسکے صفحہ 127 پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر 259 کی تفسیر میں حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ ارواح کا ابدان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (حیات شیخ القران۔ ص: ۲۸۳، ط: اشاعت اکیڈمی پشاور)

اسی صفحہ میں قاری طیب صاحبؒ کی عبارت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس عبارت سے شیخ القران نے رجوع کر لیا تھا۔"

(حیات شیخ القران۔ ص: ۲۸۳، ط: اشاعت اکیڈمی پشاور)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"رہا یہ سوال کہ شیخ القرانؒ نے قاری محمد طیب صاحب کی رقم کردہ پر دستخط کیوں کر دیئے تھے تو اسکا جواب تو یہی ہے کہ مولانا کے نزدیک یہ عقائد ضروریہ میں سے نہ تھا اور انھوں نے جماعت دیوبند میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے اور اسے انتشار سے بچانے کیلئے یہ اجتہادی قدم اٹھایا تھا جس سے انھوں نے رجوع کر لیا تھا"

(حیات شیخ القران۔ ص:۲۸۳، ط: اشاعت اکیڈمی پشاور)

عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام اکابرین اور معتبر علماء (حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدینؒ، مفسر قران مولانا عبد الغنی جاجرویؒ، ترجمان اشاعت التوحید مولانا سجاد بخاریؒ ابن مولانا حسین علیؒ مولانا عبد الرزاقؒ، شیخ التفسیر مولانا قاضی عصمت اللہ دامت برکاتھم، شیخ الحدیث مولانا محمد حسین شاہ نیلویؒ، مولنا حکیم نور احمد یزدانیؒ) کے دستخطوں سے یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القران بابت ماہ اکتوبر 1984ء میں شائع ہوا یہ تاریخی فیصلہ جماعت کی مرکزی مجلس شوری کی میٹنگ منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ملتان میں ہوا، ذرا ملاحظہ فرمایئے:

"ہمارے شیخ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء اور مشائخ کا کتاب وسنت اور ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں"

ملتان میں ہونے والے اس تاریخی فیصلہ پر استاد العلماء شیخ الحدیث مولنا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ یہ فیصلہ ربیع الاول میں ہوا اور ٹھیک چھ مہینے بعد رمضان المبارک میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ انتقال فرماگئے گویا کہ یہ فیصلہ ان کی زندگی کے آخری ایام کا ہے۔

جو حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر تاریخ کو مسخ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے وہ اس فیصلہ کو پڑھیں اور اپنی اصلاح فرمائیں۔

(مسلک شیخ القران۔ ص:۳۹، ط: حسینیہ، سرگودھا)

شیخ الحدیث مولانا عبد السلام صاحب رحمہ اللہ نے قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ پر علاقہ چھچھ کے 84 علمائے کرام کی تائیدی دستخط لے کر شائع کیا، تاکہ اس اختلاف کی فضا کو ختم کیا جائے اور اتفاق کی

کوئی صورت اور فضا پیدا ہو، الحمد للہ بڑا مبارک اقدام تھا لیکن اس فیصلہ کے متعلق انکے سب سے قریبی شاگرد مولانا قاری چمن محمد صاحب نے درج ذیل وضاحت فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں راقم غلام مرتضی ولد غلام یحی مرحوم بتاریخ 7/4/2011 جامعہ عربیہ اشاعت القران حضرو میں۔

میں نے دوران انٹرویو مولانا قاری چمن محمد صاحب سے سوال کیا کہ:

"مسئلہ حیات النبی ﷺ میں آپ اور دوسرے علماء میں کیا اختلاف ہے ؟"

مولانا قاری چمن محمد صاحب نے جواب دیا:

ہم نے جامعہ عربیہ اشاعت القران سے مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا فیصلہ 1962ء کا شائع کیا ہے اسمیں حضور نبی کریم ﷺ کے سماع درود شریف عند القبر سے مراد: اصول دین قران حدیث اجماع کی روشنی میں سماع خرق للعادۃ ہے ہمیشہ نہیں جبکہ دوسرے علماء ہمیشہ سماع درود سلام عند القبر کے قائل ہیں۔ ہمارے استاد شیخ الحدیث مولانا عبد السلام صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اس وضاحت کو ہم نے رسالہ کے ساتھ اس لئے شائع نہیں کیا کہ عوام میں اختلاف اور انتشار کی شدت تھی۔

(مکتوب سلیم۔ ص:۱۰۰، مذاکرہ بہبودی، ط: اتحاد اہل السنت والجماعت پاکستان)

اسی طرح علامہ بندیالوی صاحب نے بھی اس فیصلہ کو منسوخ ثابت کیا ہے کافی تفصیل اور دلائل کے ساتھ، دیکھو مسلک شیخ القرآن (ص ۱۲ تا ۲۱)۔

نیلوی صاحب اس فیصلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اور جو فیصلہ راولپنڈی میں کیا گیا تھا اگرچہ اسمیں شامل بڑے بڑے جید علماء نے متفقہ طور پر لکھا تھا اسکے باوجود وہ فیصلہ شرع کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتا اس لئے اس فیصلہ کا ماننا صحیح نہیں اور اس فیصلہ کا انکار کرنے والے کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دینا اور اسکی اقتداء

میں نماز نہ ہونے کا فتویٰ دینا ناقابل فہم بات ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس فیصلہ کی بنیاد بننے والی روایت کی تحقیق ہو جانے کے بعد بھی اس فیصلہ کو درست کہنے والوں میں رفض کی بو آتی ہے"
(ماہنامہ گلستان، شوال ۱۴۱۷ھ، /مارچ 1997ء، بحوالہ مکتوب سلیم۔ ص: ۶۱، ط: اتحاد اہل السنت والجماعت پاکستان)

اس فیصلہ میں تو برزخی کا اثبات ہے، استشفاع وسیلہ کا ذکر بھی نہیں پھر کسی کو رفض کی بو آرہی ہے، کوئی اس سے رجوع کر رہا ہے، وجہ وہی ہے کہ یہ حضرات علمائے دیوبند کے عقائد کو نہیں مانتے، بلکہ یہ علمائے دیوبند کو اپنے عقائد کا حامل ظاہر کرنے کی فکر کرتے رہتے ہیں، انکی عبارات میں قطع وبرید کر کے ان کے نزدیک دیوبندی کی تعریف بھی الگ ہے اور اس تعریف پر اکابر دیوبندی نہیں رہتے، اور غیر مقلد گمراہ فرقے جو اپنی سمجھ سے دین کی تشریح کرتے ہیں وہ بھی اس تعریف پر دیوبندی بن جاتے ہیں، تفصیل کا موقع نہیں، تحقیق الحق، دفاع حق التنقید الجوھری کتابوں میں دیوبندی کی تفصیل دیکھ لو۔ جب اکابر کی صلح پر انکو اعتبار نہیں تو باقی کا کیا اعتبار ہے۔ وجہ وہی ہے کہ اکابر دیوبند کے عقائد کا اس فرقہ کے نزدیک کفریہ شرکیہ ہیں، تو کیسے یہ مان سکتے ہیں۔

اشاعت التوحید والسنۃ والوں کی اہل سنت کے ساتھ اختلاف کی نوعیت

عام طور پر اہل سنت اور اشاعتی علماء کے درمیان اختلاف کے بارے میں تاثر یہ ہے کہ یہ صرف سماع اور عدم سماع، برزخی اور دنیوی کا اختلاف ہے اور فروعی ہے، حالانکہ ہمارا اختلاف اصولی ہے کیونکہ اس گروہ کی طرف سے اہل سنت کے مسائل پر شرک اور کفر کے فتویٰ ہیں اسی طرح اہل سنت کے اکابر پر بھی سخت قسم کے فتوے ان کی طرف سے موجود ہیں، اور پھر یہ گروہ اہل سنت کے اتفاقی اور اجماعی عقائد کا منکر ہے، جناب مفتی علی الرحمن صاحب نے اشاعت کے چند بڑے بزرگوں کی چند عبارات ذکر کر دی، اور بزعم خود یہ ثابت بھی کر لیا کہ اشاعت التوحید والے بدعتی نہیں، لیکن ان سب کی حقیقت اوپر صفحات میں واضح ہو گئی، اب بندہ مختصر ا اشاعت التوحید کی اصل عبارات ذکر کرتا ہے جن سے معلوم ہو گا کہ معاملہ کوئی اتنا بھی ہلکا نہیں بلکہ بات بہت دور جا چکی ہے، اور بہت خطرناک ماحول، اور فضا پیدا ہو رہا ہے۔

جناب خضر حیات صاحب کے نظریات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

۔۔۔ موجودہ حیاتیے مشرک اور مرتد ہیں، اہل کتاب نہیں۔

۔۔۔زمینی قبروں میں انبیاء کی حیات کا عقیدہ یہودی عقیدہ ہے، جو شرک کا دروازہ ہے۔

۔۔۔جو یہ عقیدہ رکھے کہ قبر کے پاس پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام نبی سنتے ہیں وہ کافر ہے۔

۔۔۔المہند کو معیار ایمان کہنے والے پکے کافر، معیار اہل سنت کہنے والے پکے بدعتی ہیں۔

۔۔۔جو دیوبندیت کو دین ومذہب سمجھتا ہے خدا کی قسم وہ مرتد ہو سکتا ہے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

۔۔۔ہندوؤں کے شہر دیوبند میں نیک لوگ بھی پڑھے ہیں اور بدترین مشرک بھی۔

۔۔۔رائے ونڈی فرقہ خالص دجالی طاغوتی ترجمان ہے، دین محمدی کے ساتھ انکا کوئی تعلق نہیں۔

۔۔۔بڑے پیٹ والا مولوی (مولانا فضل الرحمن) مرزا قادیانی سے دس گناہ بڑا مرتد ہے۔(ایک مناظرہ جو نہ ہو سکا۔ ص:۲)

نوٹ: یہ تمام بیانات ریکارڈ شدہ محفوظ ہیں۔

خضر حیات صاحب المسلک المنصور میں لکھتے ہیں:

"پس حق یہ ہے کہ سماع موتی بالکل نہیں اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتی پر دال نہیں بلکہ سماع موتی لوگوں کے لیے منجر الی الشرک ہے۔"

(ص:۲۸۸، ناشر: مکتبۃ الاشاعت منڈی بہاؤالدین)

شیخ القران مولانا سلطان غنی عارف طاہری صاحب لکھتے ہیں:

"ممات کا جو انکار کرتے ہیں سورہ انعام کے منکر ہیں۔"

(البرھان الجلی فی حیاۃ النبی ﷺ، ص:۴۰، ط: الطاھریہ، کھوئی برمول، مردان)

اس میں یہ بھی ہے:

"یہ حضرات کہتے ہیں حیاۃ الانبیاء حیات الانبیاء اور یہ قرآن کی اس صریح آیت سے انکار نہیں تو اور کیا ہے۔"

(ص:۴۰، ط: الطاھریہ، کھوئی برمول، مردان)

اس میں یہ بھی ہے:

"اب سوال یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مماتی تھے یا حیاتی وہ تو مماتی

حضرات تھے اسلئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کا اجماع تو رسول اللہ ﷺ کی وفات پر ہوا تھا اور جو اجماع صحابہ کا منکر ہو اسکا کیا حکم ہے۔"

(ص:۶۰، ط: الطاھریہ، کھوئی برمول، مردان)

اہل سنت میں سے جس جس نے بھی عقیدہ حیات وسماع پر کام کیا ہے اشاعتی حضرات نے اسے برا ہی کہا ہے پھر کیسے یہ اس عقیدہ کے قائل ہیں۔

دفاع حق میں ہے:

پیر طریقت حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی رحمہ اللہ کو صرف پیر عزیز الرحمان کہتے ہیں ملاحظہ ہو۔(ص: ۱۸، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

اس میں یہ بھی ہے:

"قاضی ارشد ایک متعصب اور للو دیوبندی نے عبد القیوم حقانی کتب فروش۔"

(ص:۱۳۳، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس میں یہ بھی ہے:

"حکومت ملازم کو ساٹھ سال میں ریٹائر کر دیتی ہے لیکن ہمارے ہاں ارذل العمر میں وہ یادگار اسلاف بن جاتا ہے۔"

(ص:۱۳۴، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

اس میں یہ بھی ہے:

"قاری حنیف جالندھری جو پاکستان کی پیداوار ہے اپنے نام کے ساتھ جالندھری لقب لگاتا ہے نامعلوم جالندھر شہر کونسا مکہ مدینہ ہے۔"

(ص:۱۳۴، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

اس میں یہ بھی ہے:

"الیاس گھمن جیسے فنکار بگوڑے مجاہد اور ایجنسیوں کے پروردہ۔"

(ص:۱۳۵، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

اس میں یہ بھی ہے:

”یہ وفاق ہے یا نفاق آپ ٹھنڈے دودھ کو پھونکیں دے رہے ہیں، دراصل کراچی کے بعض علماء کو اندھا دھند آمدنی نے اندھا کر دیا ہے ساری عیاشیاں اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا کا قیامت میں پتہ چلے گا سارے شیخ الاسلام، مفتی اعظم، شیخ المحدثین کراچی میں ہیں۔“

(ص:۱۳۵، ط: ابوذ کوان تورڈھیر)

مولوی عبد المقدس باچا شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے بارے میں لکھتا ہے:

”ان مسائل میں مبتدعین کا اس دور میں مقتدی مولانا سرفراز خان صاحب ہے۔“

(تحقیق الحق ص:٦، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

حضرت نانوتویؒ کے بارے میں یہی باچا صاحب لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولنا محمد قاسم نانوتوی نے شیعوں کی تردید کیلئے ایک فرضی عقیدہ اختیار کیا ہے۔ اسکے بعد ۲۷ آیات لکھ کر حضرت نانوتویؒ کی تردید کی ہے۔“

(تحقیق الحق ص:۱۳۱، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

دین میں کسی فرعی مسئلہ کا اپنی طرف سے بلا دلیل کے ایجاد کا سوچنا بھی کتنا برا اور خطرناک ہے، اور پھر حضرت نانوتویؒ جیسے عالم نے ایک عقیدہ فرضی بنالیا اور اس پر دلائل بھی دیے، اور وجہ یہ ہے کہ شیعہ کا جواب نہیں بنتا تھا، یعنی اہل سنت کا مذہب اتنا ناقص اور ضعیف ہے کہ اسکو ثابت کرنے کیلئے فرضی عقائد کے اثبات اور انکے سہارا کی ضرورت پڑتی ہے، نعوذ باللہ۔

مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے بارے میں اسی باچا اشاعتی نے لکھا ہے:

”شمس الحق افغانی صاحب نے بھی یہی کچھ خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔“

(تحقیق الحق ص:۱۰۷، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

مولوی عبد المقدس باچا صاحب اشاعتی المہند کے بارے میں لکھتا ہے:

”المہند ایک دفاعی کاروائی تھی بالفاظ دیگر بیان صفائی ہے عقائد علماء دیوبند نہیں“

(تحقیق الحق ص:۱۳۷، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

یہی باچا صاحب المہند کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ کوئی تحقیقی کتاب نہیں اور نہ آسمانی صحیفہ ہے اور نہ معیار دیوبندیت ہے۔"

(تحقیق الحق ص:۱۴۱، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

حیات شیخ القرآن میں میاں محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں:

"المہند علی المفند جو اباطیل واکاذیب پر مشتمل بریلوی عقائد کا جواب صفائی تھا عقائد کی دستاویز بن گئی اور اسے دیوبندیت کا معیار قرار دیا گیا۔"

(ص:۲۵۹، ط: اشاعت اکیڈمی پشاور)

جناب حضر حیات صاحب لکھتے ہیں:

"اسے (المہند کو) عقائد علمائے دیوبند کہنا علمائے دیوبند سے بہت بڑی بغاوت اور زیادتی ہے۔

(المسلک المنصور۔ ص:۲۶۲، ط: حسینیہ، نزد لوہاراں مسجد، اٹک شہر)

مولانا مفتی اکمل محمد سعید صاحب معین مفتی دار القران پنج پیر لکھتے ہیں:

"المہند کو علی الاطلاق عقائد کی کتاب کہنا پرلے درجے کی حماقت یا جاہلانہ غلو ہے"

(اثبات عقائد کا اصولی طریقہ کار۔ ص ۱۱۲، ط: جامعہ اشاعت القرآن والسنۃ، صوابی)

مولوی عبد الکریم میرانی لکھتے ہیں:

"رسالہ مذکورہ کسی صورت میں کتاب وسنت اور علمائے دیوبند کی تصانیف سے مطابقت نہیں رکھتا۔"

(القول المسند۔ ص:4 بحوالہ ضرب المہند: ص:۲۵۸، ط: البشار، ٹوپی، صوابی)

المہند کو تقریباً تمام اشاعتی حضرات نے رد کیا ہے اصاغر اور اکابر اس میں شریک ہیں۔

اشاعتی باچا صاحب لکھتے ہیں:

"اجساد کے ساتھ عنصری کی قید لگانا مبتدعین کا خود ساختہ اور خانہ ساز قید ہے"

(تحقیق الحق ص:۶، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

اس میں یہ بھی ہے:

"اجساد کے ساتھ عنصریہ کا قید لگانا یہ موصوف اور اسکے قبیل کے لوگوں کی اختراع ہے، قران مجید حدیث شریف صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور دیگر ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے کہیں منقول نہیں"

(تحقیق الحق ص:۱۷۱، ط: تنظیم اشاعت التوحید والسنۃ)

جناب خان بادشاہ صاحب مماتی لکھتے ہیں:

"فضائل حج میں کافی خرافات اور واہیات ہیں"

(التنقید الجوهری ص: ۲۷، ط : دارالقرآن پنج پیر، صوابی)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وقد كتب هذ المبلغ اربعين من الخرافات ليس لهاالوجود فى الادلة الشرعية وكلها من كلمات الكفرية۔

(الصواعق المرسلة۔ص:۹۱،دارالقرآن پنج پیر، صوابی)

اشاعتی عالم مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

"موجودہ پاکستانی دیوبندیت کا دعوی کرنے والے تو حقیقۃ دیوبندی نہیں علمائے دیوبند کی معتقد عوام کی جیبیں صاف کرنے کیلئے دیوبندیت کا نعری لگاتے ہیں"

(عقیدہ الامت۔ص:۳۶۹، ط: جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ)

اس میں یہ بھی ہے:

"جو دلائل ہم نے بیان کیے ہیں پاکستان میں حیاتیوں کا ٹولہ ان دلائل کا صرف مخالف ہی نہیں بلکہ انکاری بھی ہے۔۔۔ قران کریم کی نص قطعی کہ مردے نہیں سنتے پر تمام علماء کا اجماع ہے قران کی نص قطعی اور اجماع امت کا منکر کافر ہے"

(عقیدہ الامت۔ص:۳۶۹، ط: جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ)

مولوی محمد عثمان اشاعتی لکھتے ہیں:

"من صلى على عند قبری سمعته "

"یہ روایت فرق باطلہ کے ہاں مشہور ہوتی جارہی ہے"۔

(تھذیب المباحثه۔ ص:۵۸، ط: الھدی محلہ جنگی پشاور)

اب یہ باطل فرقہ کون ہے علمائے دیوبند جو حیات اور سماع کے قائل ہیں۔ جمعیت علماء اسلام، حق چار یار والے، اتحاد اہل السنۃ اور باقی تمام علمائے دیوبند کی جماعتیں اور علماء جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور تمام اہل حق علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حضرت نانوتوی سے لیکر آج تک تمام اکابر و مشائخ اس حدیث کو مانتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں۔

تحفۃ الاشاعت میں مولوی عبد الوکیل اشاعتی لکھتا ہے:

العجب كل العجب كيف يثبتون الكشف للعلماء و الاولياء وهل هو الا اثبات علم الغيب لغير الله تعالى ۔

(ص:۲۹۷، ط: دار القرآن (کوٹھا) صوابی)

اس عبارت میں محقق صاحب نے کشف کو علم غیب کہا ہے اور یہ تو خاصہ خداوندی ہے یعنی شیخ زکریا صاحبؒ کی طرف شرک کی نسبت ہیں، اور پھر اس طرح کے کشف کے تو تمام علمائے دیوبند موجودہ، اور اکابر قائل ہیں، تو پھر ان سب اکابر پر کیا فتویٰ لگا۔

پھر اس واقعہ کے بعد لکھا ہے۔

فاما تدعون ان حكيم جی كان من الانبياء فهذ اكفر بواح واما تقولون بان هذا كذب مختلق فهذا فلاح۔

(ص:۲۹۸، ط: دار القرآن (کوٹھا) صوابی)

یعنی اگر یہ واقعہ سچ ہے تو کفر ہے یا پھر جھوٹ ہے یعنی شیخ زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور انکو ماننے والے یا تو کافر ہیں یا کاذب۔

یہ بھی واضح ہو کہ یہ واقعہ کتاب فضائل تبلیغ والی میں سے کسی میں نہیں بلکہ شاید تبلیغوں نے تو اس کتاب کو دیکھا تک نہیں، یہ واقعہ معمولات رمضان میں لکھا ہے، اس کا کتاب تبلیغ کے ساتھ تعلق نہیں، لیکن شاید اس وجہ سے ذکر کیا ہو شیخ زکریا صاحبؒ پر فتویٰ لگانا چاہتے ہیں۔

اسی تحفۃ الاشاعۃ میں ایک اور واقعہ فضائل صدقات ص:۵۵۸ سے نقل کیا ہے۔

"جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہو، اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے، اور میں اور تو شرک در شرک ہے"

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں۔۔۔

انا لله وانا اليه رجعون يا ايها الاخوان فاسمعوا الى هذه الهفوات والخرافات ما الفرق بينهم وبين اهل التناسخ والثنوية وهل هذا الا دين النصارى واليهود۔

(ص:۳۰۱، ط: دار القرآن (کوٹھا) صوابی)

یعنی دیوبندیت تو بت پرستی اور یہودیت اور نصرانیت ہے۔۔۔ جب یہ لوگ دیوبندیت کو اس طرح سمجھتے ہیں، تو پھر انکو دیوبندی اہل سنت میں داخل کرنا حماقت اور جہالت ہے، جب گنگوہیؒ کو ہی نہ بت پرستی کا علم تھا اور نہ ہی یہودیت اور نصرانیت کی تمیز تھی تو ما بعد والوں کا کیا حال ہو گا۔

ایک واقعہ فضائل صدقات سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فاسمعوا الى اثبات الشرك واثبات عقيدة البريلوية والثنوية۔

(ص: ۳۰۱)

یعنی شیخ زکریا صاحبؒ شرک اور بت پرستوں اور بریلویوں کے عقائد کو ثابت کر رہے ہیں۔ کیا یہ ان پر کفر اور شرک کا فتویٰ نہیں۔ اور پھر ان واقعات کو علمائے دیوبند مانتے ہیں، اور انکا دفاع کرتے ہیں، تو شرک کا دفاع کرنے والا بھی مشرک اور کافر ہے اب اہل سنت میں سے کوئی اس فتویٰ سے بچا ہوا ہے؟

واضح رہے کہ یہ کتاب "**تحفة الاشاعة**" کسی غیر مشہور متشدد قسم کے اشاعتی کی نہیں بلکہ اس پر دار القران پنج پیر کے شیخ الحدیث مولانا محمد یار بادشاہ صاحب، اشاعت التوحید والسنۃ کے امیر جناب طیب طاہری صاحب، دار القران پنج پیر کے مفتی سراج الدین کی تقاریظ ہیں، گویا یہ کل اشاعت التوحید والسنۃ کی نمائندہ کتاب ہے۔

اب کیا اس بات کا کوئی وزن رہ جاتا ہے کہ احمد سعید متشدد تھا وہ تکفیر کرتا تھا کیا مذکورہ عبارات میں اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں ؟ان کو مشرک ثابت نہیں کیا جارہا؟اگر ان واقعات سے شرک ثابت ہوتا ہے تو اس طرح کے واقعات سے تو اسلاف امت کی کتب بھری ہوئی ہیں پھر تو نہ حضرت تھانویؒ بچا، نہ حضرت نانوتویؒ اور نہ کوئی اور دیوبندی۔

اسی وجہ سے تو سجاد بخاری صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب کے متعلق لکھا ہے:

”انکا فرض تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ان کتابوں کی اصلاح و تطہیر فرماتے جن میں ایسا مواد موجود ہے (مثلا ضعیف، شاذ، منکر بلکہ موضوع حدیثیں بلا انکار و تنبیہ ، بے سروپا حکایتیں، بے سند اور گمراہ کن کرامتیں وغیرہ) جبکو اہل بدعت اپنے عقائد زائعہ اور اپنی بدعات مخترعہ کی تائید کیلئے پیش کرتے ہیں جسکی وجہ سے تبلیغ توحید کے مشن کو بعض اوقات کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔“

(اقامۃ البرھان۔ ص:۲)

اس فتوی میں جو جناب مفتی علی الرحمن صاحب کا ہے، بار بار یہ کہا گیا ہے کہ غالی اور متشددین کا اعتبار نہیں، مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ غالی اور معتدل کی تقسیم ممکن نہیں، اور اگر مذکورہ عبارات میں غلو نہیں تو شاید پھر غلو کا اس نئے دور میں کوئی نیا معنی ایجاد کرنا ہوگا، اور اگر مذکورہ بالا عبارات معتدلین کی ہیں تو پھر غالین کی انتہا کہاں ہوگی جبکہ معتدلین کی عبارات کی حدود پر بدعت اور شرک کا پرچم لہرا رہا ہے، اور اس بات کا خود اشاعت والے اقرار کرتے ہیں کہ یہ جماعت غلو میں مبتلا ہے، چنانچہ شیخ القران مولانا غلام اللہ خان صاحب کی وصیت میں ہے:

"کیا کرے ہم نے مشرک لوگوں کے خلاف ان نوجوانوں میں پھونک زیادہ بھر دی ہے ،ہمیں یہ وہم وخیال ہی نہ تھا کہ یہ اکابر علماءے دیوبند کے بھی گستاخ اور بے ادب بن جائینگے ،اب انکی اور ہماری مثال یوں ہے یہ نوجوان مکان کی چھت پر چڑھے ہوئے ہیں اور ہم زمین پر کھڑے ہیں، ہم انکو کہتے ہیں کہ نیچے آؤ، یہ نوجوان کہتے ہیں کہ حضرت آپ نے ہمارے اندر

پھونک زیادہ بھر دی ہے، ہم مجبور ہیں، نیچے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ اس سے بھی زیادہ اوپر کو چڑھ سکتے ہیں"

(ضرب المہند۔ ص:۹۷، ط: البشار، ٹوپی صوابی)

اور غلو میں کیوں مبتلا نہ ہو جب بڑوں کی وصیت ہی اسی کی تھی، چنانچہ عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی صاحب نے آخری عمر میں اجلاس میں فرمایا:

"میں بوڑھا ہو چکا ہوں، زندگی کا کوئی پتہ نہیں، معلوم نہیں آئندہ آپ سے ملاقات نصیب ہوتی ہے یا نہ، جماعت کے اجلاس میں مسئلہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالی جب چاہے خرق عادت کے طور پر یعنی معجزے کے طور پر مردوں کو سنا دیتا ہے اسے ہم کافر نہیں کہتے بلکہ وہ ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کا ممبر بن سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ چاہے تو درختوں کو سنا دے، پتھروں کو سنا دے، وہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ مردے ضابطے کے طور پر سنتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا ہمارے نزدیک پکا کافر ہے"

حضرت شاہ جی نے اجلاس کے شرکاء کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں نے تو اپنا عقیدہ واضح کر دیا ہے، آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں"

حضرت شاہ جی نے فرمایا:

"جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں ان لوگوں کو نہ بلائیں جو اس عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور قران وسنت سنانے والوں کو کوستے رہتے ہیں ان لوگوں کو بلانے کی کیا ضرورت ہے"۔

(سلسلہ مطبوعات صراط مستقیم، شمارہ:24، ص:43، بحوالہ ضرب المہند، ص:٦٦، ط: البشار، ٹوپی، صوابی)

فی الجملہ عام مردوں کے سماع کا عقیدہ اور شیخین کو سفارش کی درخواست کرنا یہ ہماری کتب فقہ مثلاً

عالمگیری، فتح القدیر، نور الایضاح میں ہے، اسی طرح ہمارے اکابر کی جو کتب حج کے مسائل پر ہیں اس میں بھی ہے، اس حوالہ کے مطابق اکابر دیوبند اور فقہاء میں سے کون کون مسلمان بچا۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالی نے جمال قاسمی ص 15 میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کی روح کا اخراج نہیں ہوتا۔ کیا یہ صریح نص اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف نہیں ۔۔۔ آنحضرت ﷺ کی وفات علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے تو آپ کی وفات کے انکار سے قیامت کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے ۔۔۔ انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات برزخیہ پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور اسکا منکر کافر ہے کیونکہ دلالۃ النص سے ثابت شدہ امر عبارۃ النص کی طرح قطعی ہے۔"

(حاشیہ بدر منیر ص 161،سورہ زمر آیت نمبر 39)

یعنی نانوتوی رحمہ اللہ کی بات صریح نص، متواتر احادیث، اجماع کے مخالف، اور قیامت کا انکار ہے، اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ قطعی الدلالۃ کے منکر ہیں، اب یہ اشاعتی حضرات ہی جواب دیں کہ اتنی قطعیات کے منکر کا کیا حکم ہے؟

واضح رہے کہ تحقیق الحق پر اشاعت کے امیر مرکزیہ طیب طاہری صاحب، دار القران پنج پیر کے شیخ الحدیث مولانا یار بادشاہ صاحب، دار القران پنج پیر کے مفتی سراج الدین صاحب، مولانا غلام حبیب ویسہ صاحب کی تائیدات ہیں۔ اس وجہ سے ان عبارات کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ بعض متشددین کی باتیں ہیں۔ یہ سب معتدلین ہیں، متشددین کو خس کم جہاں پاک کا خطاب ملتا ہے۔

اب یہ ہیں وہ نظریات جو اشاعۃ التوحید والوں کے ہیں، جب اس قسم کے حقائق سامنے لائے جاتے ہیں تو پھر ان سے جان چھڑانے کیلئے یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ متشدد ہے۔ حالانکہ ہر سال پنج پیر اجتماع میں مولوی خضر حیات صاحب کو بلا کر بیان دیا جاتا ہے، مناظرہ میں اشاعۃ التوحید کے امیر جناب طیب طاہری صاحب نے خضر حیات کو اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے، اور اشاعت التوحید میں اس وقت تقریباً سب سے زیادہ مشہور خطیب یہی ہیں، ان کی کتب پر اشاعت التوحید والوں کی تقاریظ ہیں جیسے المسلک المنصور پر، عوام کی گمراہی تو مولوی کی گمراہی کے تابع

ہوتی ہے جب انکی کتب اشاعت التوحید میں مقبول ہیں، انکے بیانات ہوتے ہیں تو کیا انکے نظریات عوام میں نہیں ہونگے۔ بلکہ مستقل طور پر انکے بیانات کا سلسلہ چلایا جاتا ہے، اشاعت التوحید میں انکی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ پنج پیر اجتماع میں اسکی آمد پر جو جوش وخروش ہوتا ہے وہ باقی علماء کی آمد پر نہیں ہوتا۔ وڈیوز موجود ہیں۔ دیکھ لیں۔ باقی کتب بھی اشاعت التوحید والسنۃ کے معتمد علماء کی ہیں، جن پر اکابرین اشاعت کی تقریظات بھی ہیں۔

کیا ان وضاحتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اشاعۃ التوحید والے بھی حیات کے قائل ہیں اور ان سے اختلاف صرف فروعی ہے؟

کیا صرف روح کے عذاب وثواب کا قول اہل سنت کا ہے؟

آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ شاید علی الرحمن صاحب کو یہ خیال آیا ہوگا کہ میرے حوالہ جات کی حقیقت تو ہر کوئی جسکا تھوڑا سا بھی مطالعہ ہوگا اشاعتی حضرات کی کتابوں سے معلوم کرلے گا لہذا حفظ ماتقدم کے طور پر آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ صرف روح کے عذاب کے قائلین بھی اہل سنت سے خارج نہیں، اور اس پر حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ، علامہ آلوسیؒ کی روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دیا ہے لیکن صرف روح کے عذاب وثواب کے قائل تو گمراہ فرقے ہیں تقریبا تمام کتب کلامیہ میں اسکی صراحت ہے، کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہو :

امام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی السبکی الشافعی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۷۵۶) تحریر فرماتے ہیں:

”قال امام الحرمین فی الشامل : اتفق سلف الامة علی اثبات عذاب القبر واحیاء الموتی فی قبورهم ورد الارواح الی اجسادهم۔“

(شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام ﷺ، ص:۴۲۵، ط:دارالکتب العلمیة بیروت)

علم عقائد کے مسلم امام علامہ صدر الدین علی بن محمد الازدی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

”وکذلک عذاب القبر یکون للنفس والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة والجماعة اهـ۔“

(شرح عقیدة الطحاوی۔ ص:۳۳۰، طبع: مکہ مکرمہ)

امام علی بن محمد بن عبدالملک الحمیری الکتامی الفاسی أبو الحسن ابن القطان (المتوفی ۶۲۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"وأجمعوا ان عذاب القبر حق، وعلی أن الناس یفتنون فی قبورهم بعد ان یحیوا فیها ،"

(الاقناع فی مسائل الاجماع۔ ۱/۴۹ ، [ذکر عذاب القبر، والنفخ فی الصور، والحشر بعد النشر] کتاب الایمان ، الناشر :ادارة الشؤون الاسلامیة دولة قطر)

امام محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۷۵۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اہل السنة والجماعة ۔"

(الروح فی الکلام علی أرواح الأموات والأحیاء بالدلائل من الکتاب والسنة ص: ۵۱، ط:دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی نے صرف روح کے عذاب وثواب کا قول ابن حزم اور ابن میسرہ کی طرف سے نقل کرکے فرمایا:

"وهذا قول منکر عند عامة اہل السنة" ۔

(فتاوی ابن تیمیہ۔ ۵/ ۳۱۳،ط: دار الوفا)

علامہ احمد بن عبد الرحیم العراقی رحمہ اللہ المتوفی ۸۲۶ھ فرماتے ہیں:

"واختلف المعتزلة فی ذلک(أی عذاب القبر) فانکره اکثرهم، وقال بعضهم: التعذ یب للروح دون البد ن وقال بعضهم یعذب بلا اعادة الروح"

(الغیث الهامع شرح جمع الجوامع ۔ص:۷۸۳ ، ط : دارالکتب العلمیة ، بیروت)

علامہ احمد بن علی بن عبد القادر، أبو العباس الحسینی العبیدی، تقی الدین المقریزی رحمہ اللہ تعالی (۸۴۵ھ) معتزلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وانكروا عذاب القبر على البدن ۔"

(كتاب المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والاثار، المعروف بالخطط المقريزية۔١٩٠/٤ ، ط : دارالكتب العلمية ، بيروت)

امام محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۷۵۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"السوال للروح بلا بدن وهذا قاله ابن مرة وابن حزم وكلاهما غلط والاحاديث الصحيحة ترده"

(الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة ص:۵۰ط:دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

اس میں یہ بھی ہے:

"والحديث قول من يقول ان النعيم والعذاب لا يكون الا على الروح وان البدن لا ينعم ولا يعذب وهذا تقوله الفلاسفة المنكرون لمعاد الابدان وهؤلاء كفار باجماع المسلمين۔"

(الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة ص:۵۱ط:دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

امام علی بن سلطان محمد ابو الحسن نور الدین الملا الهروی القاری رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

" واعادة الروح الى العبد فى قبره حق"۔

قال القارى فى شرحه : وفى المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرافضة

(منح الروض الازهر فى شرح الفقه الاكبر للقارى.ص:۲۹۳،۲۹۲،،ط:دار البشائر الاسلامية للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صرف روح کا قول گمراہ فرقوں کا ہے اور اہل سنت کا قول اتفاقی ہے،وہ یہی ہے کہ روح جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے،اور بغیر تعلق روح کے جسم کی تعذیب کا قول سفسطہ اور بیوقوفی ہے، اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ بھی وضاحت کردی کہ صرف روح کے عذاب کے قائلین تو معاد

جسمانی کے قائل بھی نہیں اسی وجہ سے وہ قبر جسمانی تعذیب و تنعیم کے قائل بھی نہیں، یہ بھی واضح ہو کہ معاد جسمانی کے منکر فلاسفہ ہیں وہ صرف روحانی کے قائل ہیں لیکن پھر بھی انکو متکلمین معاد کے منکرین میں شمار کرتے ہیں معلوم ہوا کہ صرف روح کے عذاب ثواب کے قائل کو قائل نہیں کہتے۔ ملاحظہ ہو:

امام کمال الدین محمد بن ھمام الدین عبدالواحد ابن عبد الحمید الشہیر بابن الہمام الحنفی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۸۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

(وانعقد الاجماع على كفر من انكرهما) اى الحشر والنشر... وقد انكرهما معا الفلاسفة الزاعمون ان لامعاد الاالروحانى لا الجسمانى وهذه الانكار هو أحدالامور التى كفروا بها ـ

(كتاب المسامرة فى شرح المسايرة فى علم الكلام۔ ۲/۱۰۰، ط:الازهرية للتراث القاهرة ،مصر)

اسی طرح نبراس میں بھی فلاسفہ کی اس مذہب کی وجہ سے تکفیر نقل کی گئی ہے۔(ص:۳۳۴۔ ط:البشری)

علامہ ابو شکور محمد بن عبد السعید السالمی الکبشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الروح لايبصر الاشياء ولا يعرف احد ابانفراده ولا يميز بين الخير والشرولا يكون مكلفا ولا معاقبا ـ

(تمهيد ابى شكور السالمى ص:۳، ط:النوريه الرضويه ببلشنك كمبنى لاهور باكستان)

اس میں یہ بھی ہے:

’’لان الروح سبب الحياة وعلته وليس له حيوة واذا لم يكن له حيوة لم يكن له عقل۔‘‘

(تمهيد ابى شكور السالمى۔ص:۲۳،ط:النو ريه الرضويه ببلشنك كمبنى لاهور باكستان)

اس میں یہ بھی ہے:

''والارواح بدون الاجساد لیس من بنی ادم ۔''

(تمہید ابی شکور السالمی ۔ص:۱۰۴،ط:النوریہ الرضویہ ببلشنک کمبنی لاھور باکستان)

اس میں یہ بھی ہے:

''انکرت القرامطة والزنادقة والاباحية والمنجمة والتناسخية والفلاسفة القيامة والحشر ومن الروافض من وافقهم بذلک وهم الشيعة والرجعية وقالوا ان معنى القيمة ان يقوم الروح فی جسد آخر ويجزی به ما عمل فی سابق عمره وايامه وهذا کله کفر۔''

(تمہید ابی شکور السالمی۔ص:۱۱۷،ط:النوریہ الرضویہ ببلشنک کمبنی لاھور باکستان)

علامہ أبوالبرکات عبداللہ بن أحمد بن محمود حافظ الدین النسفی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی ۷۱۰ھ) نے انسان کی ماہیت میں دو قول نقل فرمائے ہیں۔

انسان کی ماہیت اجزائے اصلیہ کا نام ہے یا انسان کی ماہیت اس ہیکل محسوس مشاہد کا نام ہے۔۔۔اس کے بعد فرمایا:

''وقول النظام انه روح فی داخل البدن ''

(الاعتماد فی الاعتقاد۔ص:۳۲۵،۳۲۶،ط:دار ابن مسعود مردان)

اس سے معلوم ہوا کہ جو معتزلہ صرف روحانی عذاب وثواب کے قائل ہیں انکے نزدیک انسان نام ہی روح کا ہے۔

اگر صرف روح کے عذاب وثواب کے قول کی بھی گنجائش ہوتی تو ان مذکورہ فرق کو بعث کا منکر اور کافر نہ کہا جاتا یہ بھی روح مع الجسد المثالی قیامت کے قائل ہیں، اسی طرح صرف روحانی عذاب وثواب کے قائل کو قبر کے عذاب کا قائل نہیں مانا جائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ مسلک الاکابر وغیرہ کتب میں جو مسلک

اختیار کیا گیا ہے وہ تو نہ روح والا ہے اور نہ جسد والا اور نہ روح مع الجسد والا بلکہ دو گمراہ فرقوں کا مکس اچار ہے۔ روح کو الگ ہوتا ہے اور جسم کو الگ۔ یا روح مع الجسم المثالی کو اور یہ توڈبل گمراہی ہے۔

جو فرقہ المہند کو نہیں مانتا، 1962ء کے فیصلہ سے اسکو رفض کی بو آرہی ہے، اور اکابر دیوبند پر کیسے کیسے فتوی لگائے اب اس فرقہ کو اہل سنت میں شامل کرنے کیلئے جناب نے ایک حوالہ (فیض الباری کا) پیش کیا، جو بارہا اشاعت کے علماء پہلے بھی پیش کر چکے ہیں، جس کے جوابات بھی اکابرین دیوبند نے دے دیئے ہیں، اس کو نقل کر کے انکو اہل سنت میں شامل کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر صرف روح کے قائل کو اہل سنت میں سے مان بھی لیا جائے تو اشاعتی حضرات تو پھر بھی خارج ہیں کہ وہ سماع عند قبر النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اتفاقی عقیدہ کے منکر ہیں، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ کے حوالہ سے ذکر ہوا ہے۔

فیض الباری کا جواب:

تمہیداً عرض ہے کہ مذکورہ مسئلہ اجماعی ہے لہذا خلط مبحث نہیں کرنا چاہیئے، نیز حضرت کشمیریؒ بھی سماع النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے قائل ہیں، ملاحظہ کیجیئے گا:

> ومن ھھنا انحل حديث آخر رواه ابوداؤد فی رد روحه ﷺ حين يسلم عليه ﷺ ، ليس معناه انه يرد روحه ای انه يحی فی قبره ، بل توجهه من ذلک الجانب الی هذا الجانب فهو ﷺ حی فی کلتا الحالتين بمعنى أنه لم يطرأ عليه التعطل قط ۔
> (فيض الباری - ۲/۸۹ ، باب رفع الصوت فی المساجد، کتاب الصلوة ، ط:دارالکتب العلمية بيروت لبنان)

یعنی ابو داؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے زندہ تو آپ دونوں حالتوں میں ہیں۔ (یعنی درود شریف پیش ہونے کے وقت بھی اور اس سے پہلے بھی)

ایک اور جگہ نزول عیسی علیہ السلام کے بارے میں حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے جس کے ایک ٹکڑے میں ہے۔۔۔

"ولیأتین قبری حتی یسلم علی ولأرد ن علیه ----"

(عقیدة الاسلام للعلامة الشیخ الکشمیری ، ان الانبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون---،ص:۳۴،ط:حاشر پبلشنگ کمپنی کراچی)

یعنی عیسی علیہ السلام روضہ اطہر ﷺ کے پاس حاضری دیں گے اور آپ ﷺ ان کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔

تاہم اس کے بارے میں تنزلا وضاحت پیش کی جاتی ہے،جناب مفتی علی الرحمن صاحب نے فیض الباری کا حوالہ ذکر کیا ہے کہ صرف روح کے عذاب کے قائلین بھی اہل سنت میں داخل ہیں حالانکہ فیض الباری کے بارے میں ان کے نیلوی صاحب رقمطراز ہیں:

ندائے حق میں ہے:

"فیض الباری مجموعہ تقاریر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے بعد لکھی گئی اور اس میں کئی چیزیں ایسی ہیں جن پر علماء اعتراض کرتے ہیں اور مقدمہ فیض الباری میں اس کا اعتراف مسطور ہے۔"

(۱۲۰/۳)

اشاعتی حضرات کی اکثر کتب میں اس کی صراحت ہے لہذا ممکن ہے کہ یہ بھی تعبیر کا تسامح ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ وسیع النظر عالم تھے ممکن ہے کہ اہل سنت میں سے کسی نے اس قول کو اختیار کیا ہو لیکن کیا اسکے قول کو درست کہا؟ نہیں بلکہ اسکو مرجوح کہا اور مرجوح مردود ہوتا ہے،اور روحانی قول تو ابن حزمؒ کا ہے،جو کہ عام اموات کے متعلق ہے،اس لئے امام ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ۱/۱۸۵ میں امام ابن قیمؒ نے کتاب الروح ص:۵ میں اور علامہ تاج الدین سبکیؒ نے شفاء السقام ص:۱۵۰، میں اس قول کی تردید کی ہے،اور یہ ثابت کیا ہے کہ ابن حزمؒ کا قول جمہور ائمہ اہل سنت کے خلاف ہے۔

اشاعتی حضرات کے مزاج کے مطابق یہ جواب ہے کہ جب بڑی بڑی کتب مخالفین سے محفوظ نہ رہ سکیں انھوں ان میں اپنی مرضی کی عبارات داخل کردیں تو ممکن ہیں یہ عبارت بھی کسی گمراہ ہی نے داخل کردی ہو۔

نیلوی صاحب کے چند ملفوظات ملاحظہ فرمائیں:

"مابعد کے علماء غیر مجتہدین میں سے کوئی ہو بھی جائے تو وہ حجت شرعیہ نہیں بن سکتی کیونکہ انکا قول ادلہ اربعہ سے خارج ہے، وہ انکا اپنا ذاتی خیال ہے اس خیال میں ہم ان کو معذور سمجھیں گے دلیل شرعی سمجھ کر اس پر عقیدہ نہیں رکھ سکتے۔"

(ندائے حق۔ ۱/۹۳)

اس میں یہ بھی ہے:

"عود روح وغیرہ کے متعلق جو تقریر ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں موجود ہے وہ کچھ نہیں اور نہ ہی اسکا کوئی قائل ہے اور نہ یہ معتبر ہے۔"

(۱/۲۳۰)

اس میں یہ بھی ہے:

"بہرحال یہ سب اقوال تحقیق سے گرے ہوئے ہیں اگرچہ نقل در نقل کتابوں میں چلے آرہے ہیں، کتابوں میں ان باتوں کو دہرانا ان کی تصحیح کی دلیل نہیں متاخرین بغیر تردید کے بھی بعض اقوال متقدمین کے نقل کر دیتے ہیں اب اگر آپ یہی باتیں ہزار کتابوں میں نقل شدہ دکھائیں گے تو قابل تسلیم نہیں کیونکہ ماخذ تو سب کا ایک ہی ہے"

(۱/۲۹۹)

اس میں یہ بھی ہے:

"ہر ایک کی بات رد ہو سکتی ہے سوائے اس ذات معصوم کے علیہ الصلوۃ والسلام کے"

(۱/۳۱۹)

اس میں یہ بھی ہے:

"کسی نے دسیسہ کاری کی جو شرح فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف عود روح الی الجسد العنصری والا قول منسوب کر دیا"

(۱/۳۳۷)

اس میں یہ بھی ہے:

"اس حدیث کو متواتر کہنا صریح غلط ہے اور جن علماء کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ تواتر کے قائل ہیں وہ کسی کی دسیسہ کاری ہے"

(۱/۳۷۲)

اس میں یہ بھی ہے:

"میرا خیال یہ ہے کہ ایسی ایسی باتیں اکابر کی کتابوں میں درج کرنے کا غیر مذہب والوں نے منصوبہ بنا رکھا تھا تاکہ آنے والی نسلیں ان اکابر کی کتب کو دیکھ کر گمراہ ہوں۔"

(۲/۶)

ان تمام ملفوظات کے بعد کیا اشاعتی حضرات کیلئے شاہ صاحب کے مذکورہ قول سے استدلال کی کوئی گنجائش باقی ہے؟

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"وثبت عنه ﷺ أن الميت يسمع قرع نعال المشيعين له ، اذا انصرفوا عنه ، وقد شرع النبى ﷺ لامته اذا سلموا على اهل القبور ان يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول المسلم السلام عليكم دار قوم مؤمنين ، وهذ ا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا هذا الخطاب لكانوا بمنزلة خطاب المعدوم والجماد ، والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاثآر عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحى له ويستبشر به-----"

(۶/ ۳۲۵۔ط:السلامۃ)

وفيه أ يضا :

"وقد شرع السلام على الموتى والسلم على من لم يشعر ولا يعلم

بالمسلم محال....فهذا السلام والخطاب والندا ء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وان لم يسمع المسلم الرد ، والله اعلم

(۳۲۷/۶ . سوره الروم ،آیت نمبر ۵۲ ـ ط:السلامة)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وحياة نبينا ﷺ اكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام ...ان تلك الحياة فى القبر وان كانت يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة فى الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والأذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك الا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياة المعروفة

(روح المعانی، ۲۳/۲۹۵، سورہ احزاب آیت نمبر: ۴۰)

وفيه أ يضا :

والمرئى اما روحه عليه السلام التى هى اكمل الارواح تجردا وتقدسا بان تكون قد تطورت وظهرت بصورة مرئية بتلك الرؤية مع بقاء تعلقها بجسده الشريف الحى فى القبر السامى المنيف ـ

(روح المعانی، ۲۳/۳۹۴، سورہ احزاب آیت نمبر: ۴۰)

اشاعتی علماء کی تقریظات کی حقیقت

اس فتوی میں جناب مفتی علی الرحمن صاحب نے اکابرین اشاعت سے سوال بھی کیا ہے کہ آپ اس تعلق کے قائل ہیں یہ بالکل اصول افتاء کے خلاف ہے، سوال تو اس سے ہوتا ہے جس کا عقیدہ معلوم نہ ہو، جب اشاعت کی طرف سے اس مسئلہ پر بیسیوں کتب لکھی جاچکی ہیں ہزاروں صفحات سیاہ ہو چکے ہیں، اور تسکین الصدور کے جواب میں صرف ندائے حق ہی کے تقریباً 1400 صفحات ہیں جو کہ انہی مسائل پر ہے، موت کا پیغام 600 صفحات کی ہے، نیز ان مسائل پر مناظرے ہو چکے ہیں، اس فرقہ کی کتب مارکیٹ میں بھی موجود ہیں، ان کے خطباء،

مقررین ہیں، اس فرقہ کے وجود میں آئے تقریبا 68 سال ہو چکے ہیں، تو پھر انکے عقائد بھی وہی ہونگے، جو انکی کتب میں ہیں، ان میں کچھ باتیں بندہ نے بطور نمونہ قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس فرقہ کی عادت ہے اپنے اصل عقائد کو چھپانا اور مبہم باتوں کو ظاہر کرنا یہ بار بار انھوں نے کیا ہے، 1962ء کا فیصلہ انھوں نے تسلیم کیا بعد میں انکار کر دیا، اور پھر اس تسلیم کرنے کو بھی اجتہادی قرار دیا، اور اسلئے تسلیم کیا کہ اسمیں بہت کچھ تاویلات ہوسکتی تھی، المہند کا کیا حشر کیا مسلک الاکابر میں کیسی تاویل اس کی گئی۔ اس عقیدہ پر مولانا عبد السلام صاحب رحمہ اللہ نے دستخط لئے، بعد میں ان کے شاگرد نے کیا تاویل کی اور اس کو چھپانے کا اقرار بھی کیا۔ نیلوی صاحب کا آپ نے جو حوالہ پیش کیا ہے تعلق مع الجسد کا، بظاہر معنی جمہور والا ہے، لیکن ما قبل میں گرز گیا ہے کہ انکی مراد جسم سے صرف اجزائے اصلیہ ہے۔۔۔ اور وہ بھی روح کے ساتھ مقبوض ہوگئے۔ اور اس قبر میں جسم نہ رہا۔ پھر ان کے نزدیک قبر کا معنی کوئی اور ہے۔ جسم کسی دوسری شے کا نام ہے۔ ان تمام باتوں میں یہ تاویلات کرتے ہیں۔ ان سب باتوں کے حوالہ جات گزر چکے ہیں، کیا ایسے فرقہ کی کسی صفائی کا اعتبار ہو سکتا ہے۔۔۔؟ بلکہ جب ان کے عقائد یقینا ثابت ہو چکے ہیں تو اب اگر یہ ان عقائد کے خلاف اقرار بھی کرے تو معتبر نہ ہوگا۔

منڈی بہاء الدین کی اشاعت التوحید کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے "مسلک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا" اس کتاب میں انھوں نے 1962ء کے فیصلہ کے بارے میں لکھا ہے۔

> ”عرض ہے کہ بتعلق روح مبارک جو برزخ میں ہے جسد اطہر کو حیات حاصل ہے اسمیں قطعا شک نہیں یہ تو ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے اور اسی عقیدہ پر امت کے علماء کا اجماع ہے لیکن روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق کی تعبیر اور مطلب جو تم لوگ کرتے ہو وہ قطعا درست نہیں۔“

(مسلک عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ط: جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ، منڈی بہاء الدین ص:۱۷)

اب اس عبارت میں اس عقیدہ کو اجماعی، اتفاقی اور ایمان قرار دیا گیا گویا کہ 1962ء کا فیصلہ ماننے والا ان سے بڑا کوئی نہیں، لیکن بعد میں وہی اپنی مراد لی، کہ اسکا جو مطلب حیاتی علماء بیان کرتے ہیں وہ غلط ہے، اس سے واضح ہے کہ ان کی اپنی تاویلات اور مرادیں ہیں، ان الفاظ سے مراد یہ لوگ متبادر معنی مراد نہیں لیتے لہذا ان کے

ایسے مبہم اور احتمالی اقرار کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک کہ صاف اور واضح طور پر اس عقیدہ کا اسی معنی اور مفہوم میں اقرار نہ کرے جو اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے، یہ بات بھی واضح کرتے چلے کہ کسی کو گمراہ اور بدعتی ہم کھینچ تان کر نہیں بناتے لیکن جب ایک فرقہ ہے ہی بدعتی، اور گمراہ تو اسکو اہل سنت میں شامل کرنا یہ بھی گمراہی ہے، اگر کوئی اشاعتی عقائد کا حامل صدق دل سے بلا کسی ابہام اور تاویل کے اہل سنت کے مذہب کا اقرار کرتا ہے تو وہ ہمارے سر کا تاج ہے لیکن ہم کسی کو مغالطہ میں مبتلا کرنے کی گنجائش نہیں دیتے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر جتنی کتب بھی لکھی گئی ہیں اسکا رد اشاعتی حضرات نے لکھا ہے، جن میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہے۔

تسکین الصدور کا جواب ندائے حق

مقام حیات کا جواب مسالک العلماء

رحمت کائنات کا جواب موت کا پیغام

ہداية الحيران کا جواب اقامة البرهان

اظہار الحق کا جواب تحقیق الحق

ان کے علاوہ بھی ان کی ایسی کتب ہیں جن میں اہل حق کے مسلک کو غلط ثابت کرنے کی ناکام سعی کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اشاعتی حضرات کا عقیدہ بھی وہی ہے جو اہل سنت کا ہے تو پھر اتنی ساری کتب مقابلے میں کیوں لکھی گئی؟

(جاری)

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258